

# خونِ مسلم کی ارزانی

نبی ﷺ نے فرمایا:

((يوشك أن تداعى عليكم الأمم من كل أفق كما تداعى الأكلة إلى قصعتها.)) قيل: يا رسول الله! فمَنْ قلة يومئذ؟ قال: ((لا، ولكنكم غثاء كغثاء السيل، يجعل الوهن في قلوبكم، وينزع الرعب من قلوب عدوكم لحبكم الدنيا وكرهيتكم الموت.))

(مسند أحمد: ۲۷۸ / ۵، صحيح الجامع الصغير للألباني: ۸/۳۵)

”وہ زمانہ دور نہیں جب (غیر مسلم) اقوام ہر طرف سے تمہارے اوپر پل پڑیں گی جس طرح کھانے والے کھانے سے بھرے پیالے پر پل پڑتے ہیں۔ کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ایسا مسلمانوں کی قلتِ تعداد سے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس وقت تم سیلاب کے بعد کے خس و خاشاک کے مانند ہو گے، تمہارے دلوں میں کمزوری و بزدلی گھر کر جائے گی اور تمہارے اعداء کے دلوں سے تمہارا رعب و دبدبہ جاتا رہے گا۔ اور یہ اس واسطے ہوگا کہ تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے اور موت سے نفرت و کراہت۔“

## مسلمانوں کی ذلت و خواری کا اصل علاج

یہ بات ہر موحّد مسلمان کو معلوم ہے کہ تمام انبیاء مسلم، مومن اور موحّد تھے اور نوع انسانی کے کسی دور میں اسلام کے علاوہ کوئی ایسا دین نہیں رہا ہے جو اللہ کے نزدیک قابل قبول ہو۔ وہ دین اسلام کیا ہے؟ ایک اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اسلام کی ساری تعلیمات اسی حقیقت عظمیٰ کے برگ و بار ہیں۔ قرآن حکیم اس حقیقت کے بیان سے پُر ہے۔ شرائع و مناجات سماویہ کا فرق صرف راستے اور دروازے کا فرق ہے۔ سب کی منزل یہی حقیقت عظمیٰ ہے۔ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا دین ایک ہے۔ جو لوگ سرے سے اللہ کی عبادت نہیں کرتے یا اللہ کو چھوڑ کر غیروں کی عبادت کرتے ہیں، وہ بدترین کافر ہیں۔ اور جو اللہ کی عبادت کے ساتھ غیروں کی بھی عبادت کرتے ہیں وہ شرک اکبر کے مرتکب ہیں۔ یہ حقیقت عظمیٰ اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ خاتم الانبیاء والرسول محمد عربی ﷺ کی سنت اور سیرت میں عملی طور پر دکھادی گئی ہے۔ اس آخری آسمانی نمونہ کے بعد، جو گزشتہ تمام شرائع و مناجات سماویہ کا جامع ہے، کوئی شرعت و منہاج معتبر نہیں اور نہ ہی انسان کی صحیح روحانیت کے لیے نفع بخش ہے۔ اس لیے کہ گزشتہ تمام شرائع کو انسانی افکار، خیالات اور خود ساختہ اعتقادات نے مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ مسخ شدہ شرائع سے مسخ روحانیت جنم لیتی ہے اور مسخ روحانیت سے مسخ شدہ انسانیت پیدا ہوتی ہے۔

﴿وَالَّذِي خَبَتْ لَا يُخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا﴾ [الأعراف: ۵۸]

”اور جو خراب ہے (اس کی کھپتی) ناقص کے سوا نہیں نکلتی۔“

اور انسانی معاشرت اور تمدن و اجتماع میں فساد و بگاڑ یا خیر و صلاح اور امن و آشتی کے چشمے اسی روحانیت کے صلاح و فساد سے پھوٹتے ہیں۔

روحانیت خواہ انبیاء سابقین سے انتساب رکھنے والوں کی ہو یا خود مسلمانوں کی، اگر وہ توحید اور خاتم الانبیاء و رسل کی رسالت اور آپ ﷺ کے عملی نمونہ کے اصل مرکز سے ہٹی ہوئی ہو تو اسے فساد اور فساد انگیزی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اگر مسلمانوں کی موجودہ ذلت و خواری کا آپ تجزیہ کریں تو مختلف چھوٹے بڑے اسباب کے ساتھ سب سے آخر میں جو سبب نظر آئے گا اور جو تمام اسباب ذلت و خواری کی اصل ہے وہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کی روحانیت اپنے اصل مرکز سے ہٹ گئی ہے اور یہ ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی بغیر اس اصل کی طرف لوٹے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ ذرا غور فرمائیے! سیکڑوں سال سے امت اسلامیہ کی اکثریت ہزاروں غوث، قطب، ابدال اور اولیاء کو مدد کے لیے پکار رہی ہے۔ پورے عالم اسلام کی مقدس سرزمین کو عظیم المصارف تربتوں، مشاہد، مقابر اور مزارات کے مردہ عجائب گھروں میں تبدیل کر کے ان پر سجدے کرتی، روتی، گڑ گڑاتی، ان کے لیے قربانیاں کرتی اور وہ سب کچھ کرتی ہے جو صرف اللہ کے لیے کرنا چاہیے۔ لیکن روز بروز ذلت و خواری میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ حالانکہ اس کا علاج خود اس کے گھر میں موجود ہے۔ وہ کیا ہے؟ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی بلا کسی کمی بیشی کے ٹھیک ٹھیک پیروی۔ اس اتباع سے جو روحانیت پیدا ہوتی ہے وہی اس ذلت و خواری کا اصل علاج ہے۔ (عبدالوہاب حجازی)

سراپرست  
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی  
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

الاعتماد

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

شماره 27 جلد 65

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی  
 ○ مولانا محمد اسحاق بھٹی  
 ○ مولانا ارشاد الحق اثری  
 ○ ملک عصمت اللہ قلعهوی  
 ○ حافظ حماد شاہ کر  
 ○ حماد الحق نعیم  
**○ مدیر مسئول**  
 ○ حافظ احمد شاہ کر

## مینیجر

- 0333-4786507 محمد سلیم چنیوٹی  
کمپوزنگ  
0344-4656461 رضاء اللہ ساجد

3	جواہر پارے	خونِ مسلم کی ارزانی
4	کلمہ طیبہ	مسلمانوں کی ذلت و خواری کا اصل علاج
5	اداریہ	جھک جانے اور پوچھنے جمع کرنے کا موسم
6	درس قرآن	تفسیر سورة الصَّفٰتِ..... (۱۱)
7	درس حدیث	اربعمین اعتقادی..... (۱)
8	نقد و نظر	کیا اسلام کا مقصود اعتدال تو ہی ہے؟... (۳) آخری (موجبہ الرحیم)
9	تذکرہ محدثین	امام ابوسعید اصفہانی
10	مقالات علمیہ	انسانی زندگی، فکری و شعوری ارتقاء..... (۱)
11	تحقیق و تنقید	مسئلہ وسیلہ اور طہر القادری کا مقالہ..... (۱)
12	تذکرہ علمائے اہل حدیث	شیخ الحدیث مولانا نائش الحق لمٹانی..... (۲) آخری
13	گوشہ خوانین	زیور سے زینت..... (۴) آخری
14	تبصرہ کتب	حدیث رسول اور نبیؐ زینتی زیور..... تاریخ اہل حدیث جلد دوم
15	شعر و ادب	نغمہ توحید

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج راج لاہور  
فون نمبر : 042-3735 4406  
فیکس نمبر : 042-37229802  
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

12/-	روپے	:	فی پرچہ
500/-	روپے	:	سالانہ
200/-	ریال	}	: بیرونی ممالک سے
60/-	ڈالر امریکی		

بدین است

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## جھک جانے اور پونجی جمع کرنے کا موسم

قابل مبارک باد ہیں وہ مسلمان بھائی جن کو زندگی میں ایک بار پھر ماہِ غفران یعنی رمضان المبارک قرآن کریم کی تابانیوں اور مغفرت کی جولانیوں سمیت نصیب ہو رہا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کو اس کی رحمتوں سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین للہ الحق الامین

الاعتصام اور اس کے قارئین کا رمضان المبارک میں نامہ و پیام کا سلسلہ ایک عرصہ سے نہایت ہی خوشگوار ثمرات و نتائج کے ساتھ جاری ہے۔ ہر سال اس ماہِ مکرم میں ہم قارئین کی خدمت میں کسی دینی موضوع کا حامل ایک کتابچہ ہدیہ کے طور پر ارسال کرتے ہیں اور ساتھ ہی ایک عرض داشت نہیں (شاید یہ لفظ مناسب نہ ہو) ایک یاد دہانی کا مکتوب روانہ خدمت کرتے ہیں جس کا جواب بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ مؤثر بلکہ توقع سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سال الحمد للہ ایک کی بجائے دو سالے ایک توحید پر دوسرا مسلک حقہ، یعنی مسلک حدیث پر، مکتوب اور مٹی آرڈر بھی قارئین الاعتصام کی خدمت میں روانہ کیا جا رہا ہے جو امید ہے قارئین تک پہنچ چکا ہو گا یا ڈاک کے نشیب و فراز کے باعث ان شاء اللہ جلد پہنچ جائے گا۔

صورتِ حال یہ ہے کہ شدید ترین مہنگائی کے باعث جو پاکستانی اپنی جیب اور ہاتھ سے سرکاری واجبات کرتے ہیں ان کے لیے بجلی و گیس کے بلوں کی ادائیگی ہی سوہان روح بن چکی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مساجد اور اداروں کے بل تو اصحابِ ادارہ ہی کو دینے پڑتے ہیں، اس طرح کاغذ، طباعت وغیرہ کے اخراجات بھی روز بروز بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ امسال بھی ادارے کے ماہانہ اخراجات کے لیے رمضان المبارک سے قبل ہمیں ایک طرف قرض اٹھانا پڑا اور دوسری طرف کاغذ اور طباعت کی ادائیگیاں روکنی پڑیں۔ ہم سب کے اخراجات کی طرح دارالدعوة السلفیہ ہفت روزہ الاعتصام کے اخراجات میں بھی ہولناک اضافہ ہو چکا ہے لیکن یہ سب ہمیں کرنا پڑتا ہے کہ یہ آپ کی دلجوئی و دلداری کے باعث ہماری ذمہ داری بن چکی ہے۔ لہذا ہم نے آپ ہی سے کہنا ہے اور آپ نے ہی بتوفیقہ تعالیٰ ہمارا دست و بازو بننا ہے۔

تاہم ہم پر شکرو واجب ہے اُس ذاتِ باری تعالیٰ کا جس نے آپ جیسے محب و مخلص احباب عطا فرمائے ہیں کہ وہ ہماری ایک آواز پر قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارين

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ الحمد للہ ادارے کی بہت اہم کتاب ہے جس کے چھپنے سے طلباء علوم دینیہ کے علم و ذوق میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ مصنف کتاب سید احمد حسن مرحوم نے تنقیح الرواۃ میں تخریج کرتے ہوئے اکثر صرف کتب حدیث کا ذکر کیا ہے اور بعض جگہ منتقدین کی طرح الی آخرہ..... کا ذکر کر دیا ہے۔ دارالدعوة السلفیہ میں کم و بیش دو سال سے اس پر کام جاری تھا جس میں (۱) تنقیح الرواۃ میں کتب مذکورہ کے حوالہ بقید صفحات کتب لگائے جا رہے ہیں۔ اور (۲) جہاں پر مصنف مرحوم نے الی آخرہ ذکر کیا امکانی حد تک تلاش بسیار کے بعد وہ عبارتیں مکمل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (۳) نیز جلد سوم و چہارم میں جس طرح مشکل الفاظ کی تشریح اور بعض جگہ تدریسی حل کیا گیا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کے پہلے دو اجزاء پر بھی اس طریق پر تحقیق و تکمیل کا عمل شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ امور بہ لحاظ تحقیق بہت اہم بھی ہیں اور باشتین و محققین کی خدمات حاصل کرنے کے لیے اخراجات کا پھیلاؤ بھی بہت زیادہ ہے۔ تنقیح الرواۃ پر کام کرنے والے ہمارے ایک محترم رفیق دیگر تدریسی و تبلیغی خدمات میں مشغولیت کی وجہ سے اس پر مکمل توجہ نہیں دے پا رہے اور فنڈز کی کمی کے باعث ہم مزید کسی صاحب علم کی خدمات حاصل نہیں کر سکے۔ اگر بعض اصحاب خیر صرف اسی خدمت کے لیے کوئی ذمہ داری اٹھانے اور نبھانے کی من جانب اللہ توفیق پائیں تو ان شاء اللہ

ان کے عطیات کو ان سے حسب وعدہ انہیں مقامات پر خرچ کیا جائے گا جہاں کا ان سے وعدہ ہوگا۔ طلب کرنے پر اس کی تفصیلات اور تخمینہ بھی بتایا جاسکتا ہے واضح رہے یہ ایسا صدقہ ہے جو بلاشبہ جب تک حدیث کی تعلیمات جاری رہیں گی تب تک یہ صدقہ جاری رہے گا۔



بہت مرتبہ ان صفحات میں ہم سورہ انعام، سورہ اعراف اور سورہ توبہ کی ان آیات کا تذکرہ کر چکے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتانے، سمجھانے اور ڈرانے کے لیے اپنی آیات کے ذریعے علامات عذاب کا ذکر فرمایا ہے لیکن ہم ہیں کہ کبھی کسی، کیا مذہبی اور کیا سیاسی لیڈر نے اپنی توجہ اور فکر کا رخ بارگاہ الہی کے حضور جھکنے کی طرف نہیں موڑا جب کہ ادبار و تنزل کے سائے ہم پر بہت واضح لہراتے نظر آنے لگے ہیں۔ سورہ انعام کی آیت نمبر ۶۵ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نافرمان بندوں پر تین قسم کے عذاب پر قادر ہونے کا ذکر فرمایا ہے:

اوپر سے عذاب: گزشتہ سالوں کی تباہ کن بارشیں کیا تھیں؟ کبھی کسی نے اس پر غور کیا اور کسی نے اس کو اپنے یعنی پوری قوم کی احکام الہی کی نافرمانیوں کا سبب تسلیم کیا؟ نہیں بلکہ ہم اس کی سائنسی اور فنی توجیہات تلاش کرتے اور اس کے مادی اسباب کی نشان دہی میں لگے رہتے ہیں۔

قدموں کے نیچے سے عذاب: وطن عزیز میں زلزلے اور سیلاب کی تباہ کاریاں کس سے چھپی ہوئی ہیں۔ دیہاتوں کے دیہات اور رستیوں کی بستیاں صفحہ ہستی سے کیا مٹ نہیں گئیں کیا ہزاروں انسان اور لاکھوں ڈھور ڈنگر اس عذاب کی زد میں نہیں آئے؟ کیا راستے تباہ نہیں ہوئے؟ کیا کروڑوں کی فصلیں خاکستر نہیں ہوئیں؟ کیا لاتعداد لوگ عرش سے فرش پر نہیں آ گئے؟ لیکن کسی واعظ، عالم، خطیب، لیڈر اور قائد نے رب رحیم و کریم کے طیش میں آ جانے کا ذکر کیا؟ کسی کی انفرادی، اجتماعی، جماعتی اور قومی کوتاہیوں کی طرف توجہ گئی؟ بالکل نہیں۔ کیا سودی جیسے عمل حرام کو چور راستوں سے حلال کیے جانے کی سعی ہائے نامشکور میں اضافہ نہیں ہوا؟ کیا سود کو حلال کرنے والے علمائے کرام و مفتیان عظام کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”اللہ تعالیٰ نے تجارت حلال اور سود کو حرام کر دیا“ کی توجیہات باطلہ کرتے ہوئے کوئی جھڑپ نہیں آتی؟ بینکاری کا پہلا اور بنیادی اصول ہی No Risk..... یعنی نقصان کا خطرہ مول نہ لینا ہے۔ کیا دنیا میں خطرے کے بغیر کوئی تجارت ہے؟ ہاں وہ صرف ایک ہے اور اس کا نام بینکاری ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شاید ہی کوئی فرد یا ادارہ ہو جس کی رگوں میں سود گردش نہ کر رہا ہو۔ لیکن اس کے جواز کی جرأت! اور مختلف حیلوں بہانوں سے اس کو شرعی بنانا؟ اس جرأت کو کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن میں سودی عمل کو اپنے سے جنگ قرار دے دیا ہے تو پھر سود کے بد اثرات، اس کی نحوست اور اس کے وبال سے بچنا کیسے ممکن ہے؟ کیا ہم میں سے کبھی کسی نے اس طرف توجہ کی اور سود کو حلال ثابت کرنے والے علماء سے کبھی استفسار کیا؟

باہمی قتل و غارت گری: کیا اس عذاب نے ہمارے دنوں اور دلوں کا چین اور راتوں کی نیندیں حرام نہیں کر رکھیں۔ ہم اس کے لیے صلیبی اصطلاح دہشت گردی بول کر چپ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے حکمران، سیاسی زعماء اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین اس کو عذاب کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ آج کل صوبہ بلوچستان، خیبر پختونواہ اور کراچی خصوصاً اس کی زد میں ہیں اس سے پہلے شمالی علاقوں میں جو میزائل، ڈرون، خودکش اور بم حملے ہوتے رہے بلکہ اب تک ہو رہے ہیں کیا یہ اللہ کا عذاب نہیں؟ روزانہ خودکشیاں، مظلومانہ قتل، یہ سب کچھ کیا ہے؟ تو حضرات گرامی اگر یہ لیڈر اور قائدین اجتماعی توبہ و انابت کی طرف توجہ نہیں کرتے تو رمضان المبارک میں ہم میں سے ہر فرد کو اس کی طرف دھیان بھی کرنا چاہیے اور دیگر مسلمان بھائیوں کو بھی اس طرف دلانی چاہیے۔ شاید کسی ایک کی دعا اور گڑ گڑا ہٹ سے رحمت باری جوش میں آ جائے۔

میاں صاحب ایٹمی دھماکے کے بعد اب اگر ایمانی دھماکہ کرتے ہوئے وطن عزیز کو سودی قرضوں سے نجات دلانے کا تو کلاً علی اللہ تہیہ کر لیں تو جس قوم نے دھماکے سے گھاس کھانے کا باعزت مرحلہ طے کر لیا تھا اس کے لیے یہ بھی ان شاء اللہ مشکل نہ ہوگا۔

ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسر افنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین .



## تفسیر سورة الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

”اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو تا کہ تم غالب رہو۔“

نصیحت قبول کرنے کی بجائے ان کے عناد کا یہ عالم تھا۔

ثالثاً: قرآن پاک کے سراپا نصیحت و موعظت ہونے کے علاوہ،

”ایم اللہ“ (اللہ کے دن) بھی باعث نصیحت ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ

نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

﴿وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ [ابراہیم: ۵]

”اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔“

اللہ کے دن کی یاد سے مراد بھی ان سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔

”ایم اللہ“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے انعامات کے دن اور تاریخ کے سبق

آموز واقعات ہیں جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے

انعامات و احسانات کو یاد دلانا تا کہ منعم و محسن کے احسان کو یاد کر کے

اس کی فرمانبرداری اور شکرگزاری بجالائی جائے۔ اور تاریخ کے ایسے

واقعات یاد دلانا جن میں پہلی امتوں پر عذاب کا ذکر ہے کہ محسن کی

ناشکری اور نافرمانی کے نتیجے میں بڑی بڑی قومیں نیست و نابود کردی

گئیں اور آنے والوں کے لیے انھیں نشان عبرت بنادیا گیا۔

﴿وَإِذَا رَأَوْا آيَةً﴾ ”ایہ“ کا معنی نشانی اور واضح علامت ہے۔ اور

یہاں مراد معجزہ ہے جو نبی کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔ جس طرح اللہ

تعالیٰ نے اپنے وجود اور وحدہ لا شریک ہونے پر قرآن مجید میں بہت سی

”آیات“ (نشانیوں) کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے

نبی ﷺ کی صداقت کے لیے آپ ﷺ کو بہت سی نشانیاں عطا

فرمائی ہیں۔ وہ نشانیاں ظاہری بھی ہیں، جیسے: بیمار کا اچھا ہو جانا، انگلیوں

سے پانی کا چشمہ اُبلا، تھوڑی سی چیز میں برکت ہونا، پتھروں کا کلمہ

پڑھنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا وغیرہ۔ اور وہ نشانیاں باطنی بھی ہیں، جیسے:

﴿وَإِذَا دُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۝

وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝﴾

[الصّٰفّٰت: ۱۳-۱۵]

”اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور

جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور

کہتے ہیں: یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔“

ان آیات میں انھی مذاق اڑانے والوں کی ہٹ دھرمی اور ضد کا

بیان ہے کہ جب انھیں نصیحت کی جائے تو وہ قبول نہیں کرتے۔

اولاً: تو قرآن مجید خود نصیحت ہے:

﴿كَلَّا إِنَّهُ تَذَكُّرٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ ذَكِّرْهُ ۝﴾

[المذثر: ۵۴، ۵۵]

”ایسا ہرگز نہیں! یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ تو جو

چاہے اسے قبول کر لے۔“

ثانیاً: رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا گیا ہے:

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِبِيدُ﴾ [ق: ۴۵]

”سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب

کے وعدے سے ڈرتا ہے۔“

قرآن پاک ہی نصیحت و عبرت کا اولین ذریعہ ہے جس میں ام

ماضیہ کے مسلسل واقعات ذکر کر کے خبردار کیا گیا ہے کہ انبیائے کرام کو

جھٹلانے کا انجام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی قرآن پڑھ کر سناتے تو

کفار مکہ اس سے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے کہتے تھے:

﴿لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ

تَغْلِبُونَ ۝﴾ [ختم سجدہ: ۲۶]

پر قادر ہے، اس کے لیے مُثّت خاک سے دوبارہ انسان بنانا مشکل نہیں۔ مگر وہ اپنی جہالت و عناد کی وجہ سے اس تذکیر سے کوئی سبق نہیں لیتے تھے۔

اس دلیل کے علاوہ انھیں سمجھانے کا دوسرا طریقہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر معجزے کے ذریعے ایمان و یقین لانے کا ہے کہ جب معجزات سے رسول اللہ ﷺ کا سچا ہونا ثابت ہوا تو وہی رسول تمہیں خبردار کرتا ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ مگر منکرین اس دلیل کو بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کا بڑی شدت سے مذاق اڑاتے ہیں۔

(النّٰفیر الکبیر)

یہ مذاق معجزات دیکھنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ سے بھی تھا کہ یہ تو ہماری طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ رسالت کا یہ تاج مکہ یا طائف کے کسی بڑے کے سر پر کیوں نہیں سجایا گیا۔ کبھی کہتے: عجیب بات ہے کہ خود انھی میں سے ڈرانے دھمکانے والا آیا ہے۔ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔

﴿وَقَالُوا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبٰیْنٌ﴾ معجزہ دیکھ کر کہتے: یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔ زچ کرنے کے لیے معجزے کا مطالبہ تو کرتے ہیں مگر جب معجزہ دکھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ کھلا جادو ہے۔ چنانچہ کفار کے مطالبے پر جب چاند دو ٹکڑے کر کے دکھادیا گیا تو انھوں نے اسے بھی جادو قرار دیا:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ وَاِنْ يَرَوْا آٰیَةً

يُعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَوْرٌ ۝﴾ [القمر: ۲۰، ۲۱]

”قیامت بہت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ

کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

(یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔“

کفار مکہ نے کہا: محمد ﷺ نے چاند پر اور تمہاری آنکھوں پر جادو

کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی جب فرعون اور اس کے

حواریوں کو معجزات دکھائے تو انھیں بھی یہی سننا پڑا:

(باقی صفحہ نمبر ۸ پر ملاحظہ کیجیے)

آپ ﷺ کی تعلیمات، آپ ﷺ کا اخلاق و کردار اور تزکیہ و تائیر وغیرہ۔ قرآن اس بارے میں ایک کھلی نشانی ہے جس کی نظیر لانے سے آج تک سبھی قاصر ہیں اور رہیں گے۔ اہل علم اور اہل کتاب آپ کی انھی باطنی نشانیوں کی تلاش کرتے تھے۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تعلیمات سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ قیصر روم ہرقل نے ابوسفیان سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و کردار اور تعلیمات کے بارے میں جان کر آپ ﷺ کی سچائی کا اعتراف کیا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زبان سے آپ ﷺ کی تعلیمات کا سن کر آپ ﷺ کی صداقت کا یقین کیا۔ اس قسم کے متعدد واقعات سے آپ ﷺ کی تعلیمات اور روحانی تربیت کا باطنی نشانی ہونا واضح ہوتا ہے۔

کفار مکہ جو اُمّی تھے، وہ ظاہری نشانی کے طلب گار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ایسے مطالبات کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں اور دیگر سورتوں میں کیا ہے۔ ان کے مطالبے پر ہی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے۔ انھوں نے دیکھا مگر اس کے باوجود ان کے مسخرہ پن میں اضافہ ہی ہوا۔ یہاں بھی یہی ظاہری نشانی مراد ہے۔ جیسا کہ ﴿رَاَوْا﴾ (وہ دیکھتے ہیں) کے لفظ سے عیاں ہوتا ہے۔ یہاں قرآن کا اعجاز مراد نہیں کیونکہ قرآن سنا اور پڑھا جاتا ہے۔ پڑھ کر ہی اس کی عظمت کا علم ہوتا ہے، محض دیکھنے سے نہیں ہوتا۔

﴿يَسْتَسْخِرُوْنَ﴾ یہ باب استفعال سے ہے جس میں مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے کہ وہ خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ یا طلبِ مادہ کے لیے بھی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو مذاق اڑانے کے لیے کہتے ہیں۔ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ پہلے قیام قیامت پر دلیل قاطع کے باوجود رسول اللہ ﷺ ان کے انکار پر تعجب کا اظہار فرماتے مگر کفار اس کا مذاق اڑاتے اور دوبارہ زندہ ہونے کو محال سمجھتے تھے کہ جو مر کر مٹی ہو جائے گا اس کے اجزاء بکھر جائیں گے انھیں دوبارہ کیسے اٹھایا جائے گا؟ اس لیے وہ اس موقف اور اس موقف کے داعی کا مذاق اڑاتے تھے۔ انھیں جب دلیل سے سمجھایا جاتا کہ جو ہستی آسمان و زمین بنانے

ترجمہ و فوائد  
حافظ ریاض عاقب اثری

## اربعین اعتقادی

درس  
حدیث

۷

### فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

خلوص نیت کا بیان:

باب: إخلاص النية لقول الله تعالى: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾

[البينة: ٥]

۱- عن أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى. فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ١، صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٩٠٧)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہوں۔“

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”بے شک تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ بے شک ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے تھی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ اور جس شخص کی

ہجرت دنیا کے حصول یا کسی عورت سے شادی کرنے کی غرض سے تھی، پس اس کی ہجرت اسی غرض کے لیے ہے جس کی خاطر اس نے ہجرت کی۔“

فوائد:

۱: اس حدیث کے راوی امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابو حفص آپ کی کنیت اور فاروق لقب ہے۔ قریش کی ایک شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ نبوت کے چھٹے سال حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کا دور خلافت ساڑھے دس سال پر محیط ہے۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں عظیم خدمات سر انجام دیں۔ آپ ان خوش قسمت اصحاب رسول سے ہیں جن کو دنیا میں جنت کی بشارت سنائی گئی۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو بدھ کے روز مدینہ منورہ میں مجوسی النسل ابولؤلؤ فیروز نامی شخص نے حالت نماز میں آپ کو خنجر سے شدید زخمی کر دیا۔ انھی زخموں کی وجہ سے آپ یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو بقضائے الہی وفات پا گئے۔ بدوقت وفات آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

إنا لله وإنا إليه راجعون.

۲: تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اگر نیت خالص ہوئی تو وہ عمل بھی قابل قبول اور باعث برکت ہوگا اور اگر نیت بد اور خراب ہوئی تو نہ عمل قابل قبول ہوگا اور نہ ہی بابرکت ہوگا۔

۳: قصد و ارادے کا نام نیت ہے جس کا تعلق دل سے ہے۔ زبان



## بقیہ: تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

﴿هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ [النمل: ۱۳]

”یہ کھلا جادو ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی جب واضح معجزات دکھائے تو انھیں بھی یہی سننا پڑا:

﴿هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ [الصف: ۶]

”یہ کھلا جادو ہے۔“

بلکہ اسی تناظر میں سب رسولوں کو جادوگر کہا گیا:

﴿كَذٰلِكَ مَا اَتٰی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

قَالُوْا سَاجِدٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝﴾ [الذاریات: ۵۲]

”اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی

رسول نہیں آیا مگر انھوں نے کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔“

سچائی کو تسلیم کرنے کی بجائے ہر دور میں یہی حربہ کفار کا ہے کہ رسول و پیغمبر جادوگر ہے اور جو کچھ بتلاتا اور دکھلاتا ہے وہ جادو کا کرشمہ ہے۔

سے نیت کرنا بدعت ہے۔

۴: اعمال میں بنیادی شرط نیت ہے۔

۵: یہ حدیث قواعد اسلام کا ایک عظیم قاعدہ ہے جس کے ذریعے

اعمال کو پرکھا جاتا ہے۔

۶: ریا کاری اور دنیاوی غرض کے لیے عمل کرنے سے بچنا چاہیے۔ یہ

چیزیں عبادات کو ضائع کر دیتی ہیں۔

۷: اعمالِ قلوب کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۸: ہجرت کے معنی کسی چیز کو ترک کرنا یا چھوڑ دینا کے ہیں۔ شرع میں

ہجرت سے مراد: اللہ تعالیٰ کی ممنوع کردہ اشیاء کو ترک کر دینا:

((والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ .))

۹: دارِ کفر و شرک سے دارِ اسلام و ایمان کی طرف ہجرت کرنا افضل

عبادات سے ہے بشرط کہ اس سے رضائے الہی مقصود ہو۔

۱۰: تمام اعمال میں خلوص نیت ضروری ہے۔

۱۱: وعظ و نصیحت میں کسی نکتے کی وضاحت کے لیے مثال دی

جاسکتی ہے۔

## احکام و مسائل

## رمضان کیسے گزاریں

استاذ العلماء  
شیخ الحدیث و التفسیر  
حضرت مولانا  
محمد علی جانباز (شارح ابن ماجہ) رحمہ اللہ کے قلم سے تحریر کردہ کتابچہ  
کا مطالعہ ضرور کریں۔

بذریعہ ای میل بھی منگوا سکتے ہیں

E-mail: raufjanbaz@gmail.com 0300-6130917

## کیا اسلام کا مقصود اعتدال قوی ہے؟

موہب الرحیم

نماز کا مقصود:

وضاحت کی ہے۔ اور اگر دوسری بات مراد ہے تو اللہ نے یہ مقصود کہیں بھی بیان نہیں کیا۔ البتہ نماز کا یہ فائدہ بتلایا ہے کہ نماز منکرات سے روکتی ہے اور منکر ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۝﴾ [العنکبوت: ۴۵]

”اس کی تلاوت کر جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کر، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔“

﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ کے بارے کئی قول ہیں:

✽ اللہ کا تمہیں یاد کرنا تمہارے اللہ کو یاد کرنے سے بڑا ہے۔ یہ عکرمہ، ابن عباس، عبد اللہ بن مسعود، مجاہد اور عطیہ وغیرہ کا قول ہے۔  
✽ تمہارا اللہ کو یاد کرنا ہر چیز سے افضل ہے۔ یہ قتادہ اور سلمان فارسی وغیرہ سے مروی ہے۔

✽ اللہ کا تمہیں یاد کرنا جب کہ تم نماز میں ہوتے ہو، نماز سے بڑی چیز ہے۔ یہ ابو مالک کا قول ہے۔

✽ نماز جو تمہیں برائی سے روکتی ہے، اس سے بڑی چیز نماز میں تمہارا اللہ کو یاد کرنا ہے۔

✽ عبد اللہ بن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ آیت دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے:

i: اللہ تعالیٰ کا تمہیں یاد کرنا تمہارے اللہ کو یاد کرنے سے بڑا ہے۔

رہا چکڑالوی صاحب کا یہ خیال کہ نماز کا مقصود قوی کا اعتدال ہے، تو یہ بھی غلط ہے۔ نماز فحاشی کے کاموں سے روکتی ہے، منکرات سے روکتی ہے، اس میں شک نہیں۔ نفس کو اعتدال، سکون اور اطمینان بخشتی ہے، اس میں بھی کوئی نزاع نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی مسئلہ پریشان کرتا تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔ انکار تو اس چیز کا ہے جس کا دعویٰ یہ لوگ کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ تعبیری امور کی حکمت عموماً سمجھ نہیں آتی جب کہ ان میں حکمت ضرور ہوتی ہے۔ عبادت سے متعلق جگہ، وقت، کیفیت کیا ہونی چاہیے اس کا علم صرف وحی سے ہو سکتا ہے۔

انسان کو اللہ کی عبادت اس لیے کرنی چاہیے کہ وہ عبادت کا مستحق ہے اور اس نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ اور اس کا مقصود اس حکم کی بجا آوری ہونا چاہیے تاکہ اللہ راضی ہو۔ لہذا انسان جب نیکی کرتا ہے تو اس کا مقصود اللہ کو راضی کرنا ہوتا ہے اور اسی میں انسان کی سعادت مضمر ہے۔ بلکہ جب دل اللہ سے لگا ہو تو انسان عبادت میں کاہلی اور سستی نہیں دکھاتا۔ اس کے برعکس نماز میں سستی منافقین کی نشانی ہے کیونکہ ان کے دل اللہ کی محبت سے خالی ہوتے ہیں۔

اگر نماز کا مقصود قوی میں اعتدال ہے تو کیا وجہ ہے کہ نماز کی رکعات میں اختلاف ہے۔

اول تو اس بات میں ہی ابہام ہے کہ نماز کا مقصود قوی کا اعتدال ہے۔ کیا یہ مقصود انسان کا مطمح نظر ہوتا ہے یا اللہ نے نماز کو اس مقصود کے لیے فرض کیا ہے۔ دونوں باتوں میں بڑا واضح فرق ہے۔ اگر پہلی بات مراد ہے تو مومن اللہ کی عبادت اس لیے نہیں کرتا جیسا کہ ہم نے

یہ چیز متاثر کرتی ہے اور انسان دیر تک نافرمانی سے باز رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اثر ختم ہو جائے۔ مگر اس سے بھی بڑی چیز بندے کا اپنے رب سے اس فقر کا اعتراف ہے جو بندے کی ذات کو لازم ہے اور وہ تعلق ہے جو بندے اور رب کے درمیان ہے۔ جب بندہ اس تقاضے کو ادا کرنے کے لیے جو ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُون﴾ سے ظاہر ہے۔ وہ اپنی پیشانی کو خاک میں رکھتا ہے، پھر اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے:

”اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك أسلمت، سجد وجهي للذي خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته فتبارك الله أحسن الخالقين.“

”اے اللہ! میں نے تیرے لیے سجدہ کیا، تجھ پر ایمان لایا اور تیرا ہی مطیع ہوا۔ میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا۔ کان اور آنکھیں دیں، اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ۔ سو بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔“

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر نماز کا مقصود جس طرح تم کہتے ہو ویسے ہی ہے تو پھر نماز میں اس کے متعلق کوئی دعا کیوں نہیں سکھائی گئی جب کہ جامع دعا کو پسند کیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوں:

”میرے خالق تُو نے مجھے قویٰ پر پیدا کیا جس میں مجھ سے افراط و تفریط واقع ہوئی، مجھے اعتدال عطا کر۔“

اگر یہ کہا جائے کہ نماز میں استغفار والی دعائیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ قویٰ میں بے اعتدالی کے باعث جو گناہ سرزد ہوئے ان کو معاف فرمادے تو کہا جائے گا کہ نہیں بلکہ اللہ سے غفلت کے سبب جو گناہ ہوئے یہ ان سے استغفار ہے۔ اور استغفار گناہ نہ بھی ہو تو مانگنا کمال کی نیکی ہے۔

کمال انسانی کس بات میں مضمر ہے؟

انسان کی دو قوتیں ہیں: قوت علمی، قوت عملی، ایک علمی جہت ہے،

ii: اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب کے وقت اللہ کو یاد کرنا بڑی چیز ہے۔

ان اقوال کو ابن جریر طبری نے ذکر کیا ہے۔ آیت میں ایک اور قول بھی مروی ہے کہ اللہ کا ذکر اس بات سے بلند ہے کہ کوئی منکر چیز اس کے ذکر کے وقت باقی رہے۔ بہ قول ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحیح ترین قول یہ ہے کہ نماز میں اللہ کو یاد کرنا بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ کو یاد کرنا اچھا عمل ہے اور نماز میں علی اکمل الوجہ ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ) اگرچہ پہلے قول کا بھی احتمال ہے۔

یوں اس آیت کا مطلب ہوا کہ نماز جو برائی سے روکتی ہے، اس نماز میں تمہارا اللہ کو یاد کرنا نماز کے منکر سے روکنے سے بڑی چیز ہے۔ گویا اللہ سے مناجات، اللہ کی تحمید، ثناء، اللہ سے مدد طلب کرنا، دعا کرنا، اپنے اوپر نعمت کا اعتراف کرنا اور اپنے آپ کو حقیر جاننا عظیم ترین چیز ہے۔

جب سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں:

”حمدني عبدي، اثنی علي عبدي، مجدني عبدي.“

یہ عظیم ترین بات ہے۔ مسلمان اللہ سے محبت کرنے والا ہوتا ہے، جب اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو خوشی سے نہال ہو جاتا ہے۔ خوشی سے آنکھوں میں آنسو اتر آتے ہیں۔ سلف صالحین رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے، جب صبح کا وقت قریب ہوتا تو غمگین ہوتے کہ اب تنہائی میں رب سے مناجات نہ ہو پائے گی۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الزہد میں بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ وہ فوت ہوتے وقت رات کی نمازوں پر روتے کہ اب کہاں نصیب ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا آپ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اگر نماز صرف قویٰ کے اعتدال کے فائدے کے لیے ہے تو اس نماز کی کیا حکمت؟ اس میں کیا شک ہے کہ جب دل توجہ کے ساتھ اللہ کے حضور متوجہ ہو، اس کا جلال دل پر چھایا ہو، خوف طاری ہو تو انسان کو

ایک عملی۔

علمی قوت کا کمال یہ ہے کہ انسان اشرف العلوم سے متصف ہو جو کہ اسماء و صفات، توحید اور نبوت وغیرہ کا علم ہے۔ اس میں یقین بھی شامل ہے کیونکہ یقین بھی علم کی طرح ہے۔ اور یقین سے مراد یہ ہے کہ وہ جان رکھے کہ اللہ پر توکل اسے باقیوں پر توکل سے غنی کر دے گا۔ اللہ سے دعا دوسروں کے آگے جھولی پھیلانے سے کفایت کر جائے گی وغیرہ۔

عملی قوت کا کمال یہ ہے کہ انسان ایک اللہ کی عبادت کرے، اسی کو کارساز مانے، اسی پر توکل، اسی سے محبت، اسی سے استعانت، اسی کی رضا کے مطابق اعضاء کو استعمال میں لائے، رسول اللہ ﷺ سے محبت، آپ کی سنت سے محبت، آپ کی کامل اتباع، آپ کی پیروی کر کے دوسروں کی پیروی سے غنی ہو جائے، آپ کی تعلیمات سے دوسروں کی تعلیمات سے غنی ہو جائے، اللہ کے لیے دے، اللہ کے لیے روکے، اللہ کے لیے محبت، اللہ کے لیے بغض رکھے وغیر ذلک۔ قرآن و سنت میں مفصل طور پر یہ سب چیزیں بیان ہوئی ہیں۔ کہیں ایجاز کے ساتھ بھی بیان ہوا ہے، مثلاً:

﴿فَمَنْ زُحِزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾

[آل عمران: ۱۸۵]

”پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا۔“

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۚ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی

حاصل کر لی بہت بڑی کامیابی۔“

اسی طرح کہیں پر ان الفاظ کو بیان کیا جاتا ہے جو کامیابی کو لازم ہیں، جیسے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝﴾ [الأعلى: ۱۴]

”بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو پاک ہو گیا۔“

﴿وَذَلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّى ۝﴾ [طہ: ۷۶]

”ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔“

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ [مریم: ۶۳]

”یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہو۔“

کہیں پر مدح کے الفاظ بولے جاتے ہیں، کہیں یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ محبت کن لوگوں سے کرتا ہے وغیرہ۔ یہ سب ایک الگ مقام پر تفصیل طلب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کمال سے متصف کرے جو نجات اور اللہ کی محبت کو لازم ہے۔

**تنبیہ:** ..... ابن قیم نے الجواب الکافی لمن سأل

عن الدواء الشافی میں گناہوں کی چار قسمیں بنائی ہیں:

بہیمی: جیسے حرص وغیرہ۔ سمعی: جیسے غصب وغیرہ۔ شیطانی: جیسے مکرو فریب وغیرہ۔ ملکی: جیسے تکبر وغیرہ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اعلیٰ کی بنا پر ایسی تقسیم بہ ذات خود بری نہیں۔ عیب تو اس وقت ہے جب کوئی اسی کو دین کا مقصود سمجھے اور تمام کمال اسی کو سمجھے۔

ابن قیم رحمہ اللہ ہی نے مفتاح دار السعادة (ص: ۴۱۱) میں ان فلاسفہ کا رد کیا ہے جو ان اشیاء کو کمال سمجھتے ہیں اور بتلایا ہے کہ اس تعبیر میں غایت درجے کی تقصیر ہے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ أجمعین .

## ابوسعید امام حافظ احمد بن محمد بن حسن اصفہانی

محمد اشرف جاوید فیصل آبادی

۱۲

حضرت الامام نے اس طبقے کے دوسرے علماء سے بھی سماع کیا اور ان کے علاوہ عاصم بن حسن، مالک بن بانیانی اور اس وقت کے دیگر معروف محدثین سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے سب سے مشہور استاد شیخ عبد الجبار بن عبد اللہ بن برزہ ہیں جو بہت بڑے واعظ تھے۔  
علمی اسفار:

محدثین کی عادت تھی کہ وسائل نہ ہونے کے باوجود مشقت کو برداشت کرتے ہوئے حصول علم اور ترویج حدیث کے لیے پر تکلیف سفر کرتے اور ان کے عزم و ہمت کے سامنے کوئی چیز بھی رکاوٹ نہ بن سکی۔ اسی طرح حضرت الامام احمد اصفہانی نے ۱۶ سال کی عمر میں مشہور محدث ابو منصور زبئی سے سماع اور استفادہ کے لیے نہایت عجلت میں بغداد کا سفر کیا مگر ابھی راستے میں ہی تھے کہ ان کی وفات کی خبر ملی۔ یہ سن کر رو پڑے اور اپنی محرومی پر افسوس کا اظہار کیا اور کہنے لگے:  
”من أين لي علي بن الجعد عن شعبة؟“

(سیر اعلام: ۱۸ / ۴۴۴)

”مجھے ”علی بن جعد عن شعبة“ کی سند اب کہاں سے ملے گی؟“

تلامذہ:

حضرت الشیخ کے تلامذہ کی فہرست کافی طویل ہے مگر چند ایک نام و علماء کے نام یہ ہیں: ابن ناصر، امام ابن عساکر، امام سمعانی، امام ابن جوزی، ابن طبرزد اور محمد بن علی القبطی وغیرہ شاگردوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ آپ کے شاگردوں میں محمد بن محمد بدر اذانی نے سب سے آخر میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲۰ / ۱۲۰)  
امام ابن جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ نے اصفہان اور مکہ معظمہ

آپ کی کنیت ابوسعید تھی جیسا کہ امام ذہبی اور دیگر مؤرخین نے ذکر کی ہے۔ (سیر اعلام: ۲۰ / ۱۱۹، طبقات الحدیث: ۴ / ۵۸، شذرات الذهب: ۴ / ۱۲۵، بدایۃ النہایۃ: ۱۲ / ۲۲۰، تذکرۃ الحفاظ (مترجم): ۲ / ۸۶۳)

مگر نجوم الظاہرۃ اور تاریخ کامل میں کنیت ابوسعید لکھی

ہے۔ (سیر اعلام: ۲۰ / ۱۱۹ حاشیہ)

امام ذہبی نے ان کا نسب نامہ یوں نقل کیا ہے:

”أبو سعد أحمد بن محمد بن حسن

البغدادي الأصل الأصفهاني.“ (سیر اعلام:

۲۰ / ۱۱۹، تذکرہ (مترجم): ۲ / ۷۶۲)

شیخ کی تعریف ان الفاظ سے مؤرخین نے کی ہے:

”شیخ الإسلام، الحافظ، الثقة، المسند،

المحدث.“ (سیر اعلام النبلاء: ۲۰ / ۱۱۹)

پیدائش:

حضرت الامام کی پیدائش صفر ۴۶۳ھ کو اصفہان میں ہوئی۔

(سیر اعلام: ۲۰ / ۱۱۹)

اساتذہ کرام:

حضرت الامام نے بہت سے اہل علم سے فیض حاصل کیا۔ چند ایک کے نام یہ ہیں: فضل بن مندہ، محمد بن احمد بن ماجہ بہری، ابو منصور بن شکریہ، محمد بن احمد اور محمد بن وکیز وغیرہ۔

محمد بن بدیع الحاجب، سلیمان بن ابراہیم اور آپ نے ابو عبد اللہ بن مندہ کے دونوں بیٹوں ابو القاسم و ابو عمرو سے بھی سماع کیا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء: ۲۰ / ۱۲۰)



کے درمیان بار بار سفر کیا۔ میں نے آپ سے حدیث کا بہت زیادہ سماع کیا۔ (تذکرہ: ۸۶۲/۲)

عقیدہ:

اگر انسان کا عقیدہ کتاب وسنت اور سلف صالحین کے مطابق ہو تو وہ طریقہ رسول اللہ ﷺ پر قائم و دائم رہتا ہے۔

چوتھی صدی کے بعد عقائد کی خرابیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ محدثین کرام پر رحمت فرمائے جن کی بہ دولت آج اصل اسلام ہمیں نظر آ رہا ہے۔

حضرت الشیخ بھی کتاب وسنت اور سلف صالحین کے متبع تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا عقیدہ یوں ذکر کیا ہے:

”قال السمعاني: ثقة، متقن، حافظ، دين خير، حسن السيرة، صحيح العقيدة على طريقة السلف الصالح.“

(سیر أعلام: ۱۲۰/۲۰)

”امام سمعانی کہتے ہیں: آپ ثقہ، پختہ علم والے، حافظ حدیث، دین دار نیکوکار، بہترین سیرت کے حامل اور سلف کے مطابق صحیح درست عقیدہ پر تھے۔“

خراج تحسین:

حضرت الامام کو بہت سے اہل علم و دانش محدثین نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ شیخ سمعانی نے کہا:

”حافظ، دين خير، حسن السيرة.“

(سیر أعلام: ۱۲۰/۲۸)

”حافظ حدیث، دین دار اور نیک سیرت انسان تھے۔“

دوسری جگہ امام ذہبی نے نقل کیا ہے:

”كان حافظا كبيرا، تام المعرفة.“

(تذکرہ: ۸۶۳/۲، سیر أعلام: ۱۲۱/۲۰)

”بہت بڑے حافظ حدیث اور فن حدیث میں معرفت تامہ رکھنے والے عالم تھے۔“

ابن ناصر رحمہ اللہ نے ان کی تعریف میں کہا:

”كان ثقة متقنا ديناً خيراً، واعظاً.“

(شذرات الذهب: ۱۲۵/۴)

”حضرت العلامة ثقہ، متقی، دیانت دار اور بہت بڑے واعظ تھے۔“

امام ابن نجار رحمہ اللہ کا بیان ہے:

”هو إمام في الزهد والحديث واعظ.“

”آپ زہد اور حدیث کے امام اور واعظ تھے۔“

آپ حدیث کے موضوع پر بڑی عمدہ بحث فرمایا کرتے تھے، ان سے حافظ شجاع ذہلی نے بھی حدیث لکھی ہے۔ (سیر أعلام: ۱۲۰/۲۲)

۱۲۲، تذکرہ: ۸۶۳/۲، طبقات حدیث: ۵۹/۴)

صحیح مسلم کے حافظ:

جیسا کہ آپ کے محاسن میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ بے بدل حافظ حدیث تھے، اسی طرح حضرت العلامة کو صحیح مسلم، جس کو صحیح بخاری کے بعد مسلمانوں اور علمائے حدیث کے نزدیک بڑا مقام حاصل ہے، زبانی یاد تھی، یعنی از بر تھی۔ تلامذہ کو زبانی یادداشت سے حدیث لکھایا کرتے تھے۔ (تذکرہ: ۸۶۳/۲، سیر أعلام: ۱۲۲/۲۰)

عادات و خصائل:

۱: سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور تکلف سے دور رہتے تھے۔

۲: بازار جاتے وقت اکثر سر پر معمولی رومال لپیٹ لیتے تھے۔

۳: امام ابن جوزی، جو آپ کے شاگرد ہیں، کا بیان ہے کہ آپ کے اخلاقی لطیفہ اور محاسن جمیلہ کا مشاہدہ کرنے کا بہت موقع ملا۔ کھانا کھاتے وقت حضرت کے آنسو بھر آتے تھے اور فرماتے تھے:

حضرت داود علیہ السلام کھانا کھاتے وقت رویا کرتے تھے۔

۴: ”تارك للتكلف.“ (سیر أعلام: ۱۲۰/۱۹، تذکرہ:

۸۶۳/۲، البداية: ۲۲۰/۱۲)

”آپ تکلیف سے کوسوں دور تھے۔“

مجھے یاد ہے کہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ بھی سادہ زندگی گزارتے رہے۔ ایک موقع پر ملاقات کے وقت فرمایا کہ تکلف کرنے

۱۳

کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ حضرت الامام گھوڑے پر سوار تھے۔ جناب لوگوں کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو یک دم گھوڑا دوڑا دیا اور لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے شہر میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے سوال کیا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ سوال کے جواب میں فرمایا: میں نے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے ایسا کیا ہے۔ (سیر أعلام النبلاء: ۱۲۰ / ۲، طبقات

حدیث: ۵۹ / ۴، تذکرۃ الحفاظ: ۸۶۳ / ۲)

حضرت الامام نے گیارہ دفعہ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مورخ اسلام امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”سفر حج میں گرمیوں کے ایام میں روزے رکھنے کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور مشقت کی وجہ سے گال پچک گئے تھے۔“ (تذکرہ: ۸۶۳ / ۲)

### وفات:

حضرت الامام کی وفات نہادند میں ہوئی جب وہ سعادت حج کے بعد وطن لوٹ رہے تھے۔ ان کو اصفہان لایا گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔ علم و عمل اور سنت نبوی ﷺ کے یہ عظیم عالم ربیع الاول ۵۴۰ھ کو فوت ہوئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ (سیر أعلام: ۱۲۲ / ۲۰)

### تصحیح

گزشتہ شمارے (ش: ۲۶، جلد: ۶۵، ص: ۲۱) میں ”عبادہ اربعہ“ کے عنوان کے تحت مولانا انس سلفی صاحب کا مضمون شامل اشاعت کیا گیا تھا۔ مضمون کی عربی عبارتوں کا ترجمہ صاحب مضمون نے نہیں کیا تھا۔ مضمون میں تیسری بات کے تحت مولانا عبدالحی لکھنوی کے قول کا ترجمہ ہدایہ کے حاشیے اور حاشیہ مزیلۃ الدراریۃ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا گیا تھا جو ترجمے کی حد تک بہر حال غلط تھا، درست ترجمہ درج ذیل ہے:

”ہمارے فقہاء کے نزدیک (عبادہ سے مراد) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور پہلے تین صحابہ، یعنی ابن زبیر، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔“ (ادارہ)

والا انسان علم سے دور رہتا ہے۔

ابوسعید اپنی کتاب ”المعجم“ میں ذکر کرتے ہیں کہ میں نے حرمین میں آپ سے حدیث لکھی۔ ایک دن میں ان کے گھر حاضر ہوا۔ دروازے پر کھڑے کھڑے دیر ہو گئی۔ جب حضرت الامام باہر نکلے تو بولے: آپ کو کھڑے رہنے کی زحمت اٹھانی پڑی! میں نے عرض کیا: ”الوقوف علی باب المحدث عز.“

”محدث کے دروازے پر کھڑا ہونا باعث عزت ہے۔“

پوچھا: اس کلمے میں تمہارا کوئی استاد ہے؟

میں نے عرض کیا: جناب! کوئی نہیں۔

حضرت الامام نے فرمایا: پھر تم اس کلمے کے استاذ ہو۔ (سیر أعلام:

۱۲۱ / ۲۰، طبقات حدیث: ۵۹ / ۴، تذکرہ: ۸۶۳ / ۲)

ابوالفتح محمد بن علی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ایک دفعہ کسی ضرورت کے لیے بغداد گیا۔ آپ نے مجھ سے دس دینار بطور قرض لیے۔ مجھے اتفاقاً سلطان مسعود بن محمد کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو میں نے ان سے اس کا ذکر کیا۔

اس نے مجھے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے پانچ سو دینار عطا کیے۔ میں خوش خوشی وہ آپ کے پاس لایا مگر آپ نے کمال بے اعتنائی سے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (سیر أعلام:

۱۲۲ / ۲۰، تذکرہ: ۸۶۳ / ۲، طبقات حدیث: ۵۹ / ۴)

دنیا کی بے ثباتی میں آپ کا وعظ انتہائی پُر تاثیر ہوتا تھا۔

(تذکرہ: ۸۶۳ / ۲)

سنت نبوی کی پابندی اور حج سے واپسی کا سفر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس آتے تو جب مدینہ منورہ کی چڑھائی دیکھتے تو اپنی اونٹنی (سواری) کو تیز چلاتے، اگر کوئی اور جانور ہوتا تو اس کو ایڑی لگاتے تھے۔ (صحیح

بخاری، رقم الحدیث: ۱۸۰۲، مسند أحمد: ۱۵۹ / ۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں واقعہ نقل کیا ہے کہ امام ابوسعید رحمہ اللہ ایک دفعہ حج سے واپس لوٹے تو اصفہان کے لوگ کثیر تعداد میں ان

## انسانی زندگی؛ فکری و شعوری ارتقاء

پروفیسر عبدالعظیم جانباڑ، سیالکوٹ

(Physical World) کی حقیقتوں کو جاننے اور ان کا ادراک کرنے تک محدود رہتے ہیں۔ یہ حواس انسانی ذہن کو فقط ظاہری خام مواد مہیا کرنے پر مامور ہیں۔

”قوتِ لامسہ“ کا کام کسی چیز کو چھو کر یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ چیز کیسی ہے؟ نرم و گداز ہے یا سخت اور کھردری ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز غیر مادی جسم رکھتی ہے تو ہاتھ کو شش کے باوجود اس کے وجود کا سراغ نہیں لگا سکتے۔ اسی طرح ”قوتِ باصرہ“ کا کام مرئی اشیاء کو دیکھنا اور ان کے وجود کا سراغ لگانا ہے۔ لیکن آنکھ اسی وقت جسم کا سراغ لگا سکتی ہے جب کوئی چیز دیکھے جانے کے قابل ہو۔ اگر کوئی چیز غیر مرئی ہے تو اسے ”قوتِ باصرہ“ معلوم نہیں کر سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس ”قوتِ سامعہ“ کا کام آواز کا پتا لگانا ہے۔ خوش بویا بدبو کو ”قوتِ شامہ“ کے ذریعے جانا جاتا ہے، مٹھاس یا کڑواہٹ کا احساس ”قوتِ ذائقہ“ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

حواسِ خمسہ ایک دوسرے کا بدل:

آنکھ کے دائرہٴ بصارت میں آنے والی کوئی چیز کسی اور حس کے ذریعے نہیں دیکھی جاسکتی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی قوتِ سامعہ مفقود ہو جائے تو وہ باقی چاروں حواس کو آزمانے کے باوجود آواز کا سراغ لگانے سے قاصر رہتا ہے۔ اگر زبان ذائقے کا پتہ نہ چلا سکے تو آنکھ، ناک، کان اور ہاتھ پاؤں سلامت ہونے کے باوجود انسان مختلف ذائقوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ روزمرہ زندگی میں عام مشاہدے میں آنے والی یہ حقیقت ہمیں تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ حواسِ خمسہ ایک دوسرے کا بدل نہیں بن سکتے۔

حواسِ ظاہری کا محدود دائرہٴ کار:

اب ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہر حس کا ایک مخصوص دائرہ اور حلقہ ہوتا

اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ نظامِ ربوبیت نے انسان کو اپنے گرد و پیش اور ماحول سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف ذرائعِ علم و ہدایت سے نوازا ہے۔ اسے سوچنے کے لیے طاقت و دماغ، دیکھنے کے لیے صاف شفاف آنکھیں، سننے کے لیے حساس کان، چکھنے کے لیے زبان، سونگھنے کے لیے ناک، چھونے کے لیے ہاتھ اور احساسِ لمس کے لیے اعصاب بخشے گئے ہیں۔ ان ذرائعِ علم کو عقل اور حواس کہا جاتا ہے۔ یہ اس ذاتِ برحق کی عنایت ہے کہ اس نے ان ذرائع کو بالعموم ہر انسان کے لیے کھلا رکھا ہے، انھیں محدود اور مسدود نہیں فرمایا۔

انسان کو ذرائعِ علم عطا کیے جانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بھرپور طریقے سے کائنات میں زندگی بسر کر سکے، مخلوقات اور ان کے خواص و اوصاف کو جانے، ان کی حقیقتوں کا ادراک کرے اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مختلف زاویوں سے غور و فکر کر سکے۔

اس مقصد کے لیے بلا امتیاز رنگ و نسل، انسان کو جو ذرائعِ عطا کیے گئے ہیں انھیں تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ حواسِ خمسہ ظاہری، ۲۔ حواسِ خمسہ باطنی، ۳۔ لطائفِ خمسہ قلبی

۱۔ حواسِ خمسہ ظاہری:

حواس کی پہلی قسم حواسِ خمسہ ظاہری کہلاتی ہے جن کی تعداد پانچ ہے اور یہ عمر کے ساتھ ساتھ تکمیلی مراحل طے کرتے چلے جاتے ہیں:

۱: حسِ لامسہ (چھونے کی قوت) ۲: حسِ باصرہ (دیکھنے کی قوت)

۳: حسِ سامعہ (سننے کی قوت) ۴: حسِ ذائقہ (چکھنے کی قوت)

۵: حسِ شامہ (سونگھنے کی قوت)

یہ وہ پانچ ذرائعِ علم ہیں جن کی بدولت انسان اپنے گرد و پیش اور ماحول سے اپنا ادراک کی تعلق قائم کرتا ہے۔ یہ حواس صرف ظاہری دنیا

یہ تھی کہ جس حالت کی مدد سے اس وجود کو جانا جاسکتا تھا، یہ لوگ اس سے محروم تھے اور اس کی عدم موجودگی میں دوسرے تمام حواس آزمانے کے باوجود انھیں ہاتھی کی شکل و صورت معلوم نہ ہو سکی۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ

اولاً: حواس خمسہ ظاہری، یعنی صرف طبعی دنیا (Physical World) کی اشیاء کا ادراک کر سکتے ہیں جس میں مادہ اور توانائی دونوں شامل ہیں۔

ثانیاً: ہر حس کا ایک مخصوص دائرہ کار ہے۔ جو چیز اس کے دائرے میں آجائے وہ حس فقط اسی کو محسوس کر سکتی ہے۔ لیکن جو چیز اس حس کے دائرے سے باہر ہو، اس شے کا صحیح ادراک باقی تمام حواس مل کر بھی نہیں کر سکتے۔

حواس خمسہ ظاہری کی بے بسی:

ایک اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ اگر حواس درست اور سلامت ہوں لیکن انھیں عقل کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو یہ پانچوں حواس کسی چیز کو ٹھیک ٹھیک محسوس کرنے کے باوجود انسان کو کسی خاص نتیجے تک نہیں پہنچا سکتے۔ ان سے حاصل شدہ مواد کو خام مال (Raw Material) یا ادراک (Perception) تو کہہ سکتے ہیں، علم (Knowledge) ہرگز نہیں قرار دے سکتے۔ یہ ادراک اور احساس اس وقت علم کا روپ اختیار کرتا ہے جب آنکھوں کی بصارت، کانوں کی سماعت، ہاتھوں کے لمس اور زبان کے ذائقے کا تاثر عقل پر وارد ہو اور عقل اس ادراک کو منظم کرتے ہوئے اس سے صحیح نتائج اخذ کر کے انسانی جستجو کو خاص نفع عطا کر دے۔

انسانی جسم کے جس حصے میں یہ عمل تکمیل پذیر ہوتا ہے، اسے دماغ (Brain) کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے بذات خود عقل کو ایک بہت بڑا کارخانہ (Factory) بنا دیا ہے۔ جس طرح حواس ظاہری کے پانچ الگ الگ حصے ہیں، اسی طرح عقل کے بھی پانچ الگ الگ گوشے ہیں۔ عقل کے یہ تمام حصے نہایت نظم و ضبط اور باہمی (باقی صفحہ نمبر ۲۹ پر ملاحظہ کریں)

ہے۔ جو اشیاء حواس ظاہری کے ذریعے معلوم کی جاتی ہیں انھیں ”ادراک حسی“ کہتے ہیں۔ جو شے جس حواس کے دائرہ کار میں آتی ہے اسے ہمیشہ اسی حواس کی مدد سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس حواس کی بجائے اس پر دوسرے حواس آزمائے جائیں تو لاکھ کوشش کے باوجود اس چیز کی صحیح ماہیت اور ہیئت کا ادراک ناممکن ہوتا ہے۔

آواز کو کان کے ذریعے معلوم کیا جائے تو وہ سمجھ میں آسکتی ہے، رنگوں کو آنکھوں کے ترازو میں تولا جائے تو ان میں امتیاز کیا جاسکتا ہے، خوش بو کو قوتِ شامہ کے ذریعے معلوم کیا جائے تو وہ انسانی ادراک میں سما سکتی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا حواس کے علاوہ اسی چیز کو کسی دوسرے حواس کی مدد سے جاننے کی کوشش بے کار ثابت ہوگی۔ طے پایا کہ اگر کوئی وجود دنیا میں موجود ہے مگر اسے معلوم کرنے والی خاص حس موجود نہیں تو پھر باقی سارے حواس آزمانے کے باوجود اس وجود کا سراغ نہیں لگایا جاسکتا۔

ایک لطیف تمثیل:

مولانا روم نے اس بات کو ذہن نشین کرانے کے لیے بڑی عمدہ مثال پیش کی ہے، فرماتے ہیں کہ کسی جگہ پانچ اندھے تھے۔ انھوں نے ساری زندگی ہاتھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک مرتبہ ہاتھی کو ان کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا اور ہر ایک سے کہا گیا کہ وہ باری باری ہاتھ سے چھو کر بتائے کہ ہاتھی مجموعی طور پر کیسا ہوتا ہے؟ ہر ایک نے اپنے ہاتھوں کی مدد سے اس ہاتھی کو جاننے کی کوشش کی، چنانچہ اس کوشش کے نتیجے میں ایک نابینے کا ہاتھ ہاتھی کے پیٹ پر پڑا، اس نے کہا: ہاتھی تو دیوار کی طرح ہوتا ہے۔ ایک نابینے نے اپنا ہاتھ ہاتھی کی ٹانگوں پر رکھا تو اس نے خیال کیا کہ ہاتھی تو ستونوں کی طرح ہوتا ہے۔ ایک نے ہاتھی کے کان کو ٹٹولا تو اس نے گمان کیا کہ ہاتھی تو پکھے کی طرح ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک نے سونڈ پر ہاتھ لگایا تو اس نے کہا کہ ہاتھی تو رسے کی مانند ہوتا ہے۔

الغرض پانچوں نابینے اپنے تمام تر حواس آزمانے کے باوجود اتنے بڑے وجود (ہاتھی) کے صحیح ادراک سے قاصر رہے۔ وجہ صرف

# مسئلہ وسیلہ کے بارے میں طاہر القادری صاحب کا ایک بہت بڑا مغالطہ اور اس کی حقیقت

مولانا عبدالرحمن ضیاء

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

”مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام خطا و لغزش کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح پہچان لیا حالانکہ ابھی تک میں نے انھیں تخلیق بھی نہیں کیا؟ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولانا! جب تو نے اپنے دست قدرت سے مجھے تخلیق کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے ہر ستون پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا تو میں نے جان لیا کہ تمہارے نام کے ساتھ اسی کا نام ہو سکتا ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آدم! تو نے سچ کہا ہے۔ مجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہی ہیں۔ اب جبکہ تم نے اس کے وسیلے سے مجھ سے دعا کی ہے تو میں نے تجھے معاف کر دیا۔

”ولولا محمد ما خلقتک۔“

”اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے بھی تخلیق نہ کرتا۔“

(مستدرک حاکم۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔)

مزعومہ دعویٰ قادریہ:

طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

”اس حدیث پاک کو جن اجل علماء اور ائمہ و حفاظ حدیث نے اپنی کتب میں نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

- ۱۔ إمام بیہقی فی الدلائل: ۵/ ۴۸۹
- ۲۔ أبو نعیم فی الحلیۃ: ۹/ ۵۳
- ۳۔ التاریخ الکبیر للبخاری: ۷/ ۳۷۴
- ۴۔ المعجم الصغیر للطبرانی: ۲/ ۸۲
- ۵۔ الہیثمی فی مجمع الزوائد: ۸/ ۱۵۳
- ۶۔ ابن عدی فی الکامل: ۴/ ۱۵۸۵
- ۷۔ الأجرى فی الشریعة: ۴۴۲-۴۲۵
- ۸۔ الدر المنثور: ۱/ ۶۰
- ۹۔ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/ ۱۵۰۔

پھر قادری صاحب اس روایت سے اپنے مخصوص انداز میں اپنے موقف پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس حدیث مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام ”أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ“ کے الفاظ کے ذریعے رب کی بارگاہ میں اپنی خطا کی معافی کے لیے عرض کرتے ہیں تو رحمت باری تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے ان الفاظ کے انتخاب پر جھوم جاتی ہے اور ”قد غفرت لک“ کہہ کر انھیں بخشش و مغفرت کا مژدہ جانفز اسناد دیا جاتا ہے۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی ساری



صاحب نے ذکر کردہ ان نو (۹) کبار محدثین پر ایک بہت بڑا بہتان باندھا ہے کیونکہ اس روایت کو ان اجل علماء اور حفاظ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی صحیح قرار نہیں دیا۔

قارئین کرام! آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ جن اجل علماء اور ائمہ کی طرف قادری صاحب نے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کی نسبت کی ہے، ان محدثین اور حفاظ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا۔ بلکہ قارئین کی سہولت کی خاطر میں ان نو محدثین کو تین گروہوں میں تقسیم کرتا ہوں اور اس حدیث کے متعلق ان کا موقف بیان کرتا ہوں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اور وہ اس طرح کہ:

پہلا گروہ:

اس گروہ نے تو اسے سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ **ابو نعیم:** (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۲): ابو نعیم نے تو اس کے راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے متعلق فرمایا ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے اور وہ کوئی شئی نہیں، یعنی معتبر نہیں۔ (کتاب الضعفاء لأبی نعیم، رقم الترجمة: ۱۲۲۔ نیز دیکھیے: تہذیب التہذیب: ۱۷۷/۶) انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے:

”روی عن أبيه أحاديث موضوعة.“

”اس نے اپنے باپ سے موضوع (خود ساختہ) احادیث روایت کی ہیں۔“

۲۔ **امام بخاری:** (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۳): کتنے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ قادری صاحب نے سید الفقہاء اور امیر المحدثین امام بخاری پر بھی الزام لگایا ہے کہ وہ بھی اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں اور قادری صاحب نے امام بخاری کی کتاب التاريخ الکبیر (۳۷۴/۷) کا حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔ حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ اس روایت کو بالکل درج ہی نہیں کیا بلکہ اس

ذریعہ کو اپنے اس عمل سے یہ تعلیم دے دی ہے کہ جب بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی و معصیت کے مرتکب ہو جاؤ تو بجائے مایوس ہونے کے حضور ﷺ کے وسیلے سے بارگاہ خداوندی میں توبہ کرو، وسیلہ مصطفیٰ ﷺ سے جملہ خطائیں معاف ہو جائیں گی۔“

(عقیدہ توحید اور حقیقت شرک از طاہر القادری، ص ۲۶۶-۲۶۷)

۱: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب ان لوگوں کا وہ نظریہ کہاں گیا جس کی نشر و اشاعت کی جارہی ہے کہ آپ ﷺ کے نور کی تخلیق ساری کائنات سے قبل ہوئی جس کی بنا پر آپ ﷺ کو نور من نور اللہ اور مصدر کائنات کہا جاتا ہے؟

۲: احناف کے ہاں معروف کتاب الفقہ الاکبر للإمام أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي مع شرحه لملا علي قاري حنفي کے ص ۵۹ پر لکھا ہے:

”لا يقال: إن يده: قدرته أو نعمته لأن فيه إبطال

الصفة وهو قول أهل القدر والاعتزال.“

یعنی اللہ تعالیٰ کے دست (یعنی ہاتھ) کے بارے دست قدرت باری تعالیٰ یا نعمت باری تعالیٰ نہ کہا جائے کیونکہ اس طرح قدریہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔

یہ کتاب ”فقاہ اکبر“ بہت سے احناف امام ابوحنیفہ ہی کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ (دیکھیے تذکرہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، تالیف: میاں جمیل احمد شرر پوری نقشبندی مجددی، ص: ۱۹ تا ۲۰)

ملا علی قاری فرماتے ہیں اسی پر بعض خلف ہیں جو کہ سلف کے مخالف ہیں۔ (شرح فقہ اکبر، ص: ۵۹، نیز دیکھیے شرح عقیدہ طحاویہ لابن ابی العزاکفی)

۳: اس سے عیاں ہوتا ہے کہ آدم ﷺ کے پاس غیبی معرفت نہیں تھی کیونکہ انہیں عرش کی طرف سراٹھا کر لکھا ہوا دیکھ کر ہی نبی ﷺ کی معرفت ہوئی تھی۔

قادری صاحب کے اس دعوے کی حقیقت:

قادری صاحب نے اس جگہ ایک بہت بڑا مغالطہ دیا ہے۔ قادری

واضح ہو گیا ہے۔

۵۔ **أَجْرِي**: (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۷):  
امام آجری نے اسے قطعاً صحیح نہیں کہا۔ ان کی کتاب ”الشریعہ“  
کے محقق علامہ حادفتی نے اسے باطل قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:  
”اس حدیث میں غور کرو کیونکہ یہ باطل ہے، اس کی کوئی  
اصل نہیں۔“ (دیکھیے تعلیق الشریعہ لآجری، ص: ۴۲۷)  
نیز علامہ ابوبکر آجری نے اسے مرفوعاً روایت نہیں کیا بلکہ موقوفاً  
روایت کیا ہے، یعنی اس میں اس کا فرمان نبوی ہونا بیان نہیں کیا۔  
تیسرا گروہ:

اس میں چار محدثین ہیں جنہوں نے قادری صاحب کے دعوے  
کے خلاف اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بعض راویوں پر جرح  
بھی کی ہے اور وہ چار محدثین یہ ہیں:  
۶۔ **امام بیہقی**: (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۱):  
امام بیہقی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ  
عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے اور وہ اس حدیث کو روایت  
کرنے میں متفرد ہے۔ امام بیہقی کی کتاب ”دلائل النبوة“ کے  
محقق ڈاکٹر عبدالمعطل قلجی نے بھی عبدالرحمن بن زید پر میزان  
الاعتدال (۵۶۴/۲) کے حوالے سے جرح ہی نقل کی ہے۔  
(دلائل النبوة: ۵/۴۸۹)

اور امام بیہقی فرماتے ہیں:  
”عبد الرحمن بن زید بن اسلم ضعیف  
لا یحتج بامثاله۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱/۲۵۸)

”عبدالرحمن بن زید ضعیف ہے۔ اس جیسے راویوں کے  
ساتھ حجت و دلیل نہیں پکڑی جاتی۔“  
امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ تو فرما رہے ہیں کہ عبدالرحمن بن زید اور اس  
طرح کے دیگر راوی قابل حجت نہیں ہیں۔ لیکن قادری صاحب ہیں جو  
کہ اس طرح کے راویوں سے حجت پکڑ رہے ہیں بلکہ امام بیہقی پر یہ الزام  
لگا رہے ہیں کہ انہوں نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے.....!

کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم پر اپنے شیخ علی بن مدینی رحمہ اللہ  
کی جرح نقل کی ہے کہ انہوں نے اسے سخت ضعیف قرار دیا ہے اور امام  
بخاری رحمہ اللہ کے خاص شاگرد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام  
بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے:

”لا أروي عنه شيئا.“ (جامع الترمذي: أبواب

الصوم، باب ما جاء في المصائم يذره الفقيه)

”میں عبدالرحمن بن زید سے کوئی شے روایت نہیں کرتا۔“

پھر امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل اور امام علی بن  
مدینی رحمہ اللہ وغیرہ کی جرح نقل کر کے فرمایا ہے:

”وهو كثير الغلط.“ (جامع الترمذي: أبواب

الزكاة، باب ما جاء لا زكاة على المال المستفاد۔ أبواب

الحج: باب ما جاء في الاغتسال لدخول مكة)

”وہ بہت ہی غلطی کرنے والا ہے۔“

قادری صاحب بڑی جرأت کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف  
یہ بات منسوب کر رہے ہیں کہ انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے؟  
۳۔ **ابن عدی**: (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۶)  
حافظ احمد ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی کتاب (الکامل  
في الضعفاء: ۴/۱۵۸۵) میں ذکر ہی نہیں کیا چہ جائیکہ انہوں  
نے اسے صحیح قرار دیا ہو۔

دوسرا گروہ:

اس گروہ نے اسے ذکر تو کیا ہے لیکن اس کی تصحیح کی بالکل صراحت  
نہیں کی۔ اور وہ یہ ہیں:

۴۔ **سیوطی**: (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۸):

میں کہتا ہوں کہ سیوطی نے اگرچہ قادری کی محولہ کتاب، یعنی اپنی  
تفسیر الدر المنثور میں اسے ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے اس میں اسے صحیح  
نہیں کہا بلکہ انہوں نے قاضی عیاض کی کتاب ”الشفاء“ کی تخریج  
”مناهل الصفاء“ (ص: ۹۴، حدیث نمبر ۳۸۱) میں اس حدیث  
کو خود ضعیف قرار دیا ہے۔ اس سے قادری صاحب کا مغالطہ و مخادعہ

۷۔ علامہ ہیشمی: (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۵):  
علامہ ہیشمی نے اس میں مجہول راوی ہونے کا اعتراف کیا ہے،  
چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”وفیه من لم أعرفهم.“ (مجمع الزوائد: ۸/ ۲۵۳)  
”اس میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتا (یعنی ان  
کے نزدیک وہ مجہول ہیں۔)“

۸۔ امام طبرانی: (قادری صاحب کی ترتیب کے مطابق نمبر ۴)  
امام سلیمان طبرانی نے اس میں احمد بن سعید مدنی فہری راوی کا  
تفرد بیان کیا ہے۔ (المعجم الصغير ۸۱/ ۲) اس میں وہ اس کے  
ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۹۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: (قادری صاحب کی ترتیب  
کے مطابق نمبر ۹):

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا تفصیلی موقف معلوم کرنے کے لیے  
قارئین حضرات شیخ الاسلام کا مندرجہ ذیل بیان پڑھ لیں اس میں  
انھوں نے امام حاکم کی تصحیح کا کھل کر رد فرمایا ہے جب کہ قادری  
صاحب شیخ الاسلام پر بھی الزام لگا رہے ہیں کہ انھوں نے بھی اس  
روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

قادری صاحب نے اپنی کتاب ”عقیدۃ وسیلہ“ کے صفحہ ۱۶۸ پر محمد  
بن علوی مالکی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے کہا ہے:  
”پس (ابن تیمیہ) کا یہ بات کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ

حدیث ان (ابن تیمیہ) کے نزدیک معتبر ہے۔“  
حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ امام حاکم رحمہ اللہ کی تصحیح پر تعاقب  
کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عبدالرحمن بن زید بن اسلم بالاتفاق ضعیف ہے۔ وہ بہت  
غلطیاں کرتا ہے۔ احمد بن حنبل، ابو زرعہ، ابو حاتم، نسائی او  
ردارقطنی وغیرہ رحمہم اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ابن  
حبان نے کہا ہے کہ وہ احادیث میں الٹ پلٹ کر دیتا تھا اور  
اسے پتا ہی نہیں چلتا تھا، حتیٰ کہ وہ یہ کام کثرت سے کرنے لگا  
جس کی وجہ سے وہ ”متروک“ قرار پانے کا مستحق ہو گیا۔“

پھر شیخ الاسلام نے اس کی مثال دی ہے کہ حاکم نے زریب کی وہ  
حدیث صحیح قرار دی ہے جس میں مسیح کے وصی کا ذکر ہے۔ حالانکہ وہ  
حدیث باتفاق محدثین جھوٹ ہے، جیسا کہ امام بیہقی اور ابن جوزی  
وغیرہ نے کھل کر بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح مستدرک حاکم میں بہت  
سی ایسی احادیث ہیں جنہیں وہ صحیح کہہ جاتے ہیں، حالانکہ وہ ائمہ  
حدیث کے نزدیک موضوع (خود ساختہ) ہوتی ہیں۔ اور بعض موقوف  
ہوتی ہیں جنہیں وہ مرفوع بیان کر جاتے ہیں اسی لیے علمائے محدثین تنہا  
امام حاکم کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۵۵، ۲۵۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام حاکم رحمہ اللہ کے اس حدیث کو روایت کرنے کی وجہ سے  
ان پر دیگر اہل علم کی طرف سے انکار کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ  
یہ ہے کہ امام حاکم نے اپنی کتاب ”المدخل إلى  
معرفة الصحيح من السقيم“ (ص: ۱۵۴) میں خود  
فرمایا ہے کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے کئی  
موضوع احادیث روایت کی ہیں جو اس فن میں غور و فکر  
کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں کہ وہ روایتیں اسی (عبدالرحمن)  
کی وجہ سے موضوع ہیں۔“

(القاعدة الحلیلة فی التوسل والوسيلة، ص: ۶۹)

اس روایت کے بارے میں کبار ائمہ محدثین اور اہل تحقیق کا  
فیصلہ:

۱: امام ذہبی رحمہ اللہ: امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے لیکن  
حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”بل  
موضوع.“ ”بلکہ یہ موضوع (من گھڑت، خود ساختہ) ہے۔“

(تلخیص المستدرک: ۲/ ۶۱۵)

امام ذہبی ہی فرماتے ہیں کہ یہ خبر باطل ہے۔

(میزان الاعتدال، لسان المیزان: ۳/ ۳۶۰)

اور انھوں نے اس کے راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم پر جرح کی  
ہے۔ مستدرک حاکم کی تلخیص میں امام ذہبی نے اس کو واہی (سخت  
کمزور) قرار دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل، ابو زرعة، ابو حاتم رازی، نسائی اور دارقطنی وغیرہ رحمہم اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

۲: **حافظ ابن حجر** رحمہ اللہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ذہبی کے اس فیصلے کو برقرار رکھا ہے کہ یہ باطل ہے۔

(لسان المیزان: ۳/ ۳۶۰)

اور ”تقریب التہذیب“ میں بھی انھوں نے اسے ضعیف ہی کہا ہے۔ (تقریب، ترجمہ نمبر: ۳۸۶۶)

۳: کتاب ”مجمع البحرين في زوائد المعجمين“ کے محقق عبدالقدوس بن محمد نذیر نے بھی لکھا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں اور عبدالرحمن بن زید ضعیف ہے۔ (۱۵۱/۶)

۴: ابن ملقن کی ”مختصر استدراك الحافظ الذهبي على مستدرک أبي عبد الله الحاكم“ کے محقق عبداللہ بن محمد اللخيدان نے اسے ”موضوع“ قرار دیا ہے۔

(۱۰۶۹/۲-۱۰۷۲)

ابن ملقن نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اس عبدالرحمن بن زید کو سب نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (البدر المنير: ۵/ ۴۵۸)

۵: **شیخ سلیم ہلالی**: محقق ومحدث ابواسامہ سلیم بن عید بن محمد ہلالی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”موضوع“ قرار دیا ہے اور پھر اپنے شیخ محدث البانی رحمہ اللہ کا مفصل فیصلہ بھی نقل کیا ہے۔ (تحقیق السیف المسلول علی من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۸۸ تا ۳۹۰، سلسلہ ضعیف: ۱/ ۴۰، ۳۹، ۹۰)

۶: **ابن کثیر**: حافظ ابن کثیر نے بھی امام بیہقی کی تضعیف کو برقرار رکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ: ۷/ ۷۵)

**اعتراض:**

اگر کوئی کہے کہ امام حاکم نے اسے صحیح الاستاد کیوں کہا ہے؟

**جواب:**

اصل بات یہ ہے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے جب اپنی کتاب مستدرک کا مسودہ تیار کیا تھا تو وہ اس کی تنقیح ونظر ثانی نہیں کر سکے اور اس کا

مبیضہ تیار نہیں کر سکے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ علماء محدثین ان کی تصحیح پر اعتما نہیں کرتے۔ امام ذہبی نے تلخیص المستدرک بھی اسی لیے لکھی تھی تاکہ امام حاکم کے تساہل کو واضح کریں۔ اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں جو شیخ البانی کی إرواء الغلیل اور سلسلتین وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بلکہ امام ذہبی تو فرماتے ہیں کہ امام حاکم کی تصحیح سے دھوکا نہ کھایا جائے۔

(میزان الاعتدال)

۷: **شیخ الاسلام ابن تیمیہ** رحمہ اللہ: آپ فرماتے ہیں:

”امام حاکم پر اس حدیث کو روایت کرنے کی وجہ سے دیگر اہل علم کی طرف سے انکار کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام حاکم نے اپنی کتاب المدخل إلی معرفة الصحيح من السقیم (ص: ۱۵۴) میں خود فرمایا ہے کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے کئی ”موضوع“ احادیث روایت کی ہیں جو اس فن میں غور وفکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں کہ وہ روایتیں اسی عبدالرحمن کی وجہ سے موضوع ہیں۔“ (القاعدة الحلیة فی التوسل

والوسيلة، ص: ۶۹)

قارئین حضرات! آپ نے دیکھ لیا کہ امام حاکم اپنی اس کتاب میں خود اس حدیث کے راوی کو اپنے باپ سے موضوع (من گھڑت) حدیثیں بیان کرنے والا کہہ رہے ہیں اور یہ حدیث ”لو لاک“ بھی اس نے اپنے باپ ہی سے روایت کی ہے اور وہ اس راوی کو مجروح قرار دے رہے ہیں۔ یہی بات دوسرے محدثین بھی کہہ رہے ہیں۔

۸: **امام طحاوی**: بلکہ امام ابو جعفر طحاوی تو فرماتے ہیں کہ یہ عبدالرحمن بن زید اہل علم کے نزدیک انتہائی درجہ کا ضعیف ہے۔

(السلسلة الضعیفة: ۱/ ۴۰، ۳۹)

عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے متعلق امام حاکم کا اپنا فیصلہ:

۹: پھر امام حاکم رحمہ اللہ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو ان راویوں میں ذکر کیا ہے جن کے بارے میں انہوں نے کہا ہے:

”إن رواية أحاديث هؤلاء لا تحل إلا بعد بيان حالهم.“ (المدخل، ص: ۱۱۴)  
”ان سے روایت کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان کا حال بیان کر دیا جائے۔“

اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی حدیث جھوٹی ہوتی ہے۔

دیکھیے! امام حاکم تو اس عبدالرحمن کی حدیث کو روایت کرنا جائز و حلال ہی نہیں سمجھ رہے، مگر یہ کہ اس کی حالت کو واضح کر دیا جائے۔ لیکن قادری صاحب بجائے اس کے کہ اس کی روایت کی حالت کو بیان کریں الٹا اس سے حجت پکڑ رہے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ وہ نو محدثین پر بہتان بھی لگا رہے ہیں کہ انھوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

۱۰: **امام ترمذی:** امام ترمذی نے بھی عبدالرحمن بن زید کو ضعیف اور کثیر الغلط قرار دیا ہے۔ (جامع الترمذی: کتاب الزکاة، باب ما جاء لا زکاة علی المال المستفاد حتی یحول علیہ الحول)

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث ”لو لاک“ بطریق عبدالرحمن بن زید قطعی طور پر ثابت نہیں امام حاکم کے علاوہ اسے کسی نے صحیح قرار نہیں دیا بلکہ اکثر نے اسے موضوع (خود ساختہ) قرار دیا ہے۔ اور امام حاکم سے بھی اس جگہ، یعنی مستدرک حاکم میں غلطی ہوئی ہے ورنہ انھوں نے اپنی کتاب ”المدخل“ میں اس عبدالرحمن کا حال خود بیان کر دیا ہے۔

۱۱: **امام محمد بن احمد بن عبداللہادی:** اس روایت کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد ابن عبداللہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عبدالرحمن بن زید بن اسلم یقیناً ضعیف ہے۔ اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک اس کی حدیث سے حجت نہیں لی جاتی۔ پھر انھوں نے محدثین میں سے مع امام حاکم ۱۳ کا ذکر کیا ہے جرح و تعدیل کے چوٹی کے امام تھے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱۲: (۱) امام عبدالرحمن بن مہدی ۱۳: (۲) امام احمد بن حنبل  
۱۴: (۳) امام یحییٰ بن معین ۱۵: (۴) امام علی بن مدینی  
۱۶: (۵) امام ابو داؤد ۱۷: (۶) امام نسائی  
۱۸: (۷) امام ابو زرعد رازی ۱۹: (۸) امام دارقطنی  
۲۰: (۹) امام ابن حبان

۲۱: (۱۰) پھر انھوں نے امام حاکم کا قول بھی نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن زید نے اپنے باپ زید سے ”موضوع“ احادیث روایت کی ہیں۔

۲۲: (۱۱) امام ابن خزیمہ نے فرمایا ہے کہ یہ عبدالرحمن بن زید ان راویوں میں سے نہیں ہیں جن کی روایت اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک حجت ہوتی ہے۔

۲۳: (۱۲) ابو نعیم اصبہانی نے کہا ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے اور یہ کوئی شے نہیں، یعنی معتبر نہیں۔

۲۴: (۱۳) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی شخص نے عبدالرحمن بن زید سے پوچھا کہ نوح کی کشتی نے بیت اللہ کا طواف کیا تھا، پھر دو رکعتیں پڑھی تھیں؟ تو عبدالرحمن نے کہا: ہاں۔ (دیکھیے الصارم المنکی فی الرد علی السبکی، ص: ۴۲)

ان تیرہ ائمہ جرح و تعدیل اور محدثین کے اقوال سے یہ تو کھل کر واضح ہو گیا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ موضوع ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی تقی الدین سبکی اس طرح کی حدیث سے توسل والے مسئلے پر استدلال کرتے ہیں تو علامہ ابن عبداللہادی سبکی پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مجھے ان (سبکی صاحب) پر بہت ہی تعجب ہے کیونکہ وہ اس عبدالرحمن بن زید کی توسل والی روایت سے کس طرح استدلال کر رہے ہیں اور امام حاکم کی تقلید کر رہے ہیں حالانکہ یہ روایت صحیح اور ثابت نہیں بلکہ اس کی سند انتہائی ضعیف درجہ کی ہے اور بعض ائمہ نے تو اسے موضوع (بناوٹی اور خود ساختہ) قرار دیا ہے۔“ (جاری ہے)



## شیخ الحدیث مولانا شمس الحق ملتانی رحمہ اللہ

ریاض احمد عاقب اثری

تالیفی خدمات:

تدریسی مصروفیات کے باوجود مولانا شمس الحق ملتانی نے قلم سے بھی تعلق جوڑے رکھا۔ موصوف مختلف مضامین سپرد قلم کرتے رہتے تھے۔ مولانا ممدوح کا قابل قدر کارنامہ فارسی زبان میں تفسیر کی تکمیل ہے جس کا آغاز ان کے جد امجد مولانا سلطان محمود نے کیا تھا۔ لیکن وہ اسے مکمل نہ کر پائے تھے کہ انتقال فرما گئے۔ پھر اس سلسلے کو ان کے فرزند ارجمند مولانا عبدالحق محدث ملتانی نے آگے بڑھایا مگر افسوس کہ وہ بھی اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ بعد ازاں ہمارے شیخ مولانا شمس الحق ملتانی نے اسی مقام سے اور اسی نہج سے اس سلسلے کو آگے جاری رکھا تا آنکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور کئی صفحات پر مشتمل ایک ضخیم فارسی زبان میں قرآن مقدس کی تفسیر معرض وجود میں آگئی۔ ولله الحمد

ان سطور کے راقم الفقیر الی اللہ الغنی نے کافی عرصہ پہلے وہ تفسیر مولانا وشینا شمس الحق ملتانی کی ذاتی لائبریری میں نازک حالت میں دیکھی تھی۔ مولانا گرامی کے صاحبزادے محمد ابراہیم خان کے بقول اس کا کچھ حصہ محترم ڈاکٹر ادیس زبیر صاحب کے پاس اسلام آباد میں ہے۔ بہر حال یہ تین جید علمائے کرام کی کاوش ہے جسے منظر عام پر آنا چاہیے۔

اس کے علاوہ مولانا شمس الحق ملتانی کا مسائل عید الاضحیٰ پر ۱۵ صفحات پر مشتمل رسالہ راقم کے پاس موجود ہے جسے ان کے فرزند محترم محمد ابراہیم خان نے شائع کروایا ہے۔

اپنے آباء و اجداد کی طرح شیخ گرامی موصوف کا خط بہت خوب صورت و عمدہ تھا۔ راقم نے ان کی لائبریری میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا

ایک مخطوط دیکھا ہے جو بہت ہی خوب صورت ہے۔ مخطوط کے آخر میں ”ابو مسعود شمس الحق افغانی“ تحریر ہے۔

مولانا شمس الحق رحمہ اللہ فقہ و فتاویٰ بالخصوص علم فرائض میں ماہر تھے۔ فتاویٰ نویسی پر اپنے والد ماجد کی طرح بڑی دسترس رکھتے تھے۔ ان کے قلمی فتاویٰ جات راقم نے ان کی لائبریری میں ملاحظہ کیے ہیں جو ان کی علییت پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر ان کے اخلاف لائبریری اچھی طرح دیکھیں تو انھیں کافی قلمی مواد مل سکتا ہے۔

تبلیغی خدمات:

مولانا ممدوح کی تبلیغی مساعی بھی قابل ذکر ہیں۔ وہ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد جامع مسجد اہل حدیث (محلہ قالین بافاں) کے منبر و محراب میں آخر عمر تک قال اللہ وقال الرسول کی دل نواز صدائیں بلند کرتے رہے۔ علاوہ ازیں مضافات ملتان میں ان کی تبلیغی خدمات کو آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ ناچیز جب موضوع عالمگیر نواح ملتان گیا تو وہاں کے باشندے مولانا عبدالحق اور مولانا شمس الحق وغیرہما کو بہت یاد کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ موضع عالمگیر میں مولانا شمس الحق ملتانی نے کئی بار وعظ و نصیحت فرمایا ہے۔ ہیں۔ مولانا موصوف نے سابق روایات کے مطابق نماز جمعہ کے بعد اس درس کو جاری رکھا جو ان کے جد امجد مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ نے شروع کیا تھا۔ مولانا موصوف نے بھی قرآن کی بقیہ تفسیر اسی طرح مکمل فرمائی کہ وہ پہلے فارسی زبان میں قرآن کی تفسیر تحریر کر لیا کرتے تھے، بعد ازاں سرائیکی زبان، جو مقامی زبان تھی، میں اسے بیان کیا کرتے تھے۔ دور دراز سے لوگ اس درس میں دلجمعی سے شرکت کرتے تھے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو تم ڈھونڈنے نکلے گے مگر پا نہ سکو گے بات کر رہے تھے مولانا شمس الحق ملتانى ؒ کی تبلیغی مساعی کی اور اس ضمن میں ہم نے جامعہ رحمانیہ میں ہونے والے جلسوں کا تذکرہ کیا کیونکہ یہ انھی کی نگہ دو کا نتیجہ تھا۔ اس سہ روزہ کانفرنس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ کتاب وسنت کی آواز ہر ایک تک پہنچی۔ ملتان میں اہل حدیث مدرسہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس مدرسہ کے قریب ہی دیوبند مسلک کا بہت بڑا مدرسہ ”خیر المدارس“ ہے جسے ایک حنفی مولوی خیر محمد جالندھری نے آباد کیا تھا۔ اس مدرسہ کے اکثر طلباء اس سہ روزہ کانفرنس میں شرکت کرتے تھے۔ علمائے اہل حدیث کے خطبات و تقاریر کا ان پر بہت گہرا اثر ہوتا تھا۔ اور وہ صبح کلاس میں جا کر اپنے اساتذہ سے بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے۔ اس طرح اس کانفرنس کے کئی مستفیدین قافلہ حق میں شامل ہو کر عامل بالحدیث ہو گئے۔

مولانا شمس الحق ملتانى ؒ اس کانفرنس کی باقاعدہ کارروائی تحریر کرایا کرتے تھے۔ اگر مولانا گرامی کے اخلاف تھوڑی سی زحمت کریں تو کارروائی کے رجسٹر سے کانفرنس کی تفصیل منظر عام پر آ جائے تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز

**تنظیمی خدمات:**

تدریسی مشاغل و تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ مولانا شمس الحق ملتانى ؒ تنظیمی و جماعتی کاموں میں بھی پیش پیش تھے۔ موصوف مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی مجلس شوریٰ و عاملہ کے رکن بھی رہے۔ مجلس شوریٰ و عاملہ کے اجلاسوں میں شرکت بھی کیا کرتے تھے۔

جب مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی فوت ہوئے تو ان کے انتقال پر ملال پر ۱۵ جنوری ۱۹۵۶ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی مجلس عاملہ کا ایک نہایت اہم اجلاس مولانا سید داود غزنوی ؒ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ہمارے ممدوح مولانا شمس الحق ملتانى ؒ کے علاوہ مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا محمد اسحاق لائل پوری، مولانا

۲۳ اپریل ۱۹۷۱ء کے ہفت روزہ ”الاعتصام“ میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے استدراک سے فارسی کی اس تفسیر کی تکمیل کا سن بھی متعین ہو جاتا ہے۔ مولانا بھوجیانی رقم طراز ہیں:

”پھر ان (مولانا عبدالحق محدث ملتانى) کے صاحبزادے ہمارے دوست مولانا شمس الحق صاحب دام مجہد نے اسی مقام سے اور اسی نہج سے آگے سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ پچھلے چند سال ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان مبارک مواعظ کی ہزاروں صفحات پر مشتمل ایک تفسیر قرآن مجید کی تکمیل کرا دی ہے۔ ولله الحمد“

محدث بھوجیانی ؒ کے اس استدراک سے مترشح ہوتا ہے کہ تفسیری کام ۱۹۷۱ء سے قبل پایہ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ اس تفسیری کام کی تکمیل کے بعد آیا ان دروس علمیہ کا سلسلہ جاری رہا یا ختم ہو گیا، اس بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ واللہ اعلم

پیغام حق کی نشر و اشاعت میں مولانا موصوف خود اور ان کا خانوادہ علمی پیش پیش رہا۔ جامعہ رحمانیہ میں مولانا ملتانى ؒ ہر سال دینی و تبلیغی سالانہ کانفرنس کا انعقاد کیا کرتے تھے جو تین ایام تک جاری رہتی۔ اس کانفرنس میں پاکستان کے معروف و مشہور اہل حدیث علمائے کرام و خطبائے عظام اپنے علمی فیوض سے عوام الناس کو سیراب کرتے تھے۔ ملتان شہر و مضافات ملتان کے علاوہ دیگر دوسرے شہروں سے عوام کا جم غفیر تین روز تک بڑے اہتمام کے ساتھ علمائے کرام کی تقاریر و مواعظ سے مستفید ہوتا تھا۔ تین دن تک بیرونی لوگوں کے لیے جامعہ رحمانیہ میں کھانے کا بندوبست ہوا کرتا تھا۔

استاد گرامی جب تک صحت و عافیت سے رہے یہ کانفرنس تسلسل سے جاری رہی۔ آپ کے اس دنیا فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد اب نہ تو تین روزہ کانفرنس نظر آتی ہے اور نہ ہی وہ پہلے والی شان و شوکت ہے۔ اب تو جامعہ کی نوبت بہ ایں جا رسید کہ جامعہ کے در و دیوار ویرانی کا شکار ہیں۔ وہاں صرف مولانا شمس الحق ملتانى ؒ کی یادگار ہی باقی ہے۔

علمائے کرام و فضلاء عظام سے مولانا شمس الحق کے گہرے روابط اور مضبوط تعلقات استوار تھے۔

مولانا ممدوح کی کم اختلاطی اور بعض معزز شخصیات سے بے رخی سے کچھ لوگ ان پر معترض بھی تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ مولانا ملتانی رحمہ اللہ کبھی کسی معاصر دوست کے بارے دل میں کینہ و بغض اور نفرت نہیں رکھتے تھے اور تعلقات نبھانے میں کبھی بھی بخل کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔ معاصرانہ منافرت تو ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ اس بحث میں پڑنا دخل در معقولات ہے اور ہمارے موضوع سے خارج بھی ہے، اس لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔ مولانا ملتانی رحمہ اللہ کا حلقہ معاصرین بہت وسیع تھا۔ ہم اختصار کے ساتھ نام و رمعاصر علمائے کرام کے صرف نام یہاں تحریر کیے دیتے ہیں:

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا محمد اسماعیل ذبیح، مولانا ابو حفص عثمانی، مولانا ملک عبدالعزیز مناظر ملتانی، مولانا عبدالرشید صدیقی، مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا محبت اللہ شاہ راشدی، مولانا محمد عبیدہ الفلاح، مولانا عبدالکریم ڈیروی، مولانا عبدالعزیز عالمگیری، مولانا عبدالحق محدث ہاشمی، مولانا فیض اللہ ملتانی، مولانا عزیز زبیدی، مولانا عبدالاحد چنگوانی، مولانا فیض الرحمن ثوری، مولانا عبداللہ گورداسپوری، مولانا احمد دین لکھڑوی وغیرہم۔

مولانا شمس الحق ملتانی کی اولاد:

بہ قول مولانا انیس الحق افغانی مولانا گرامی قدر کی شادی قریشی خاندان کی ایک صالحہ خاتون سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زینہ اولاد سے خوب نوازا۔ آپ کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ مولانا موصوف کے فرزند ان حسب ذیل ہیں:

۱: ڈاکٹر محمد زکریا عارف:

ابتدائی دینی تعلیم والد محترم سے حاصل کی۔ بعد ازاں عصری تعلیم حاصل کی۔ سائنس کے مضمون فزکس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی اور بہاء الدین زکریا یونیورسٹی (ملتان) کے شعبہ فزکس سے پروفیسر ریٹائر

معین الدین لکھوی، مولانا عبید اللہ احرار، مولانا محمد اسماعیل ذبیح، مولانا ابو حفص عثمانی، مولانا محمد اسحاق قصوری، مولانا رضاء اللہ ثنائی، مولانا عبدالخالق جامعی، مولانا اللہ بخش کمیر پوری اور مولانا محمد صدیق رحمہم وغیرہم نے شرکت کی تھی۔ ۱۹۶۵ء کے بعد مسئلہ تولیت کی وجہ سے مولانا شمس الحق ملتانی مرکزی جمعیت اہل حدیث کی قیادت سے ذرا ناالاں ہوئے مگر رکنیت سے دستبردار نہ ہوئے۔ علامہ احسان الہی ظہیر رحمہ اللہ کے عہد میں مولانا شمس الحق ملتانی ملتان کی سطح پر جماعت کی قیادت بھی کرتے رہے اور ان کی زیر صدارت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے کئی جلسے بھی منعقد ہوتے رہے۔ جس میں متعدد علمائے کرام و خطبائے عظام شرکت کیا کرتے تھے۔ اس کا ریکارڈ اس وقت کی مرکزی جمعیت کے کارروائی رجسٹروں میں مل سکتا ہے۔

وفات:

مولانا موصوف اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور جید مدرس اور نکتہ رس مفتی تھے۔ نصف صدی قرآن وحدیث کی خدمت کرنے والا یہ عالم جلیل ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو اس دنیا فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کوچ کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

مولانا گرامی کی نماز جنازہ ان کے بھتیجے مولانا انیس الحق افغانی نے جامعہ رحمانیہ میں پڑھائی جس میں علمائے کرام کے علاوہ عوام کے ایک جم غفیر نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بشری خطائیں معاف فرما کر ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

مولانا شمس الحق کے ہم عصر علمائے کرام:

استاد گرامی مولانا شمس الحق ملتانی رحمہ اللہ اپنے وقت کے جید عالم دین، معروف مفتی، ممتاز مبلغ اور عظیم مدرس تھے۔ بنیادی طور پر مولانا موصوف اعلیٰ پائے کے مدرس تھے۔ ملتان شہر میں نصف صدی پر محیط ان کی تدریسی خدمات ایک عظیم کارنامہ ہے۔ علمی خاندان سے تعلق ہونے کے ناتے وہ علمی و مذہبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ متانت، سنجیدگی، انکساری اور عاجزی ایسی صفات محمودہ سے متصف تھے۔ نمود و نمائش سے کوسوں دور تھے۔ اس وقت کے معاصر

ہوئے۔ ملتان میں رہائش پذیر ہیں۔

۲: محمد الیاس:

ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ایف۔ اے کے بعد پڑھنا چھوڑ دیا اور کاروبار میں مشغول ہو گئے۔ آج کل امریکا میں مقیم ہیں۔

۳: محمد ایوب:

ابتدائی دینی تعلیم اپنے گھر سے حاصل کی اور سکول کی تعلیم بی۔ ایس۔ سی تک حاصل کی۔ سلسلہ معاش کے لیے انگلینڈ چلے گئے اور اب وہیں رہائش پذیر ہیں۔

۴: ڈاکٹر محمد ادریس زبیر:

آئندہ صفحات میں ڈاکٹر صاحب کا الگ سے تذکرہ کیا جائے گا۔

۵: مولانا محمد ابراہیم خان:

محترم ابراہیم صاحب جامعہ رحمانیہ میں اپنے والد مکرم کے پاس دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ موصوف والد ماجد کی خاندانی مسجد کے متولی و خطیب ہیں۔ جامعہ رحمانیہ سے ممدوح کو بے دخل کر دیا گیا ہے۔ اب انھوں نے چاہ میرٹھ والا نزد چوک کمہاراں (ملتان) میں جامعہ نمبر کے نام سے ایک ادارے کا آغاز کیا ہے۔

۶: محمد اسماعیل خان:

۷: سعد مسعود:

ابتدائی دینی تعلیم گھر سے حاصل کی۔ بعد ازاں دنیاوی تعلیم میں مشغول ہو گئے اور ایم۔ بی۔ بی۔ ایس میں داخلہ لیا لیکن کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد اسے نامکمل چھوڑ دیا۔ اب وہ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر ادریس زبیر کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ ان کے ذمہ الہدی کی تمام مطبوعات کی نشر و اشاعت ہے۔

ڈاکٹر محمد ادریس زبیر:

ڈاکٹر صاحب ۱۲ مارچ ۱۹۵۸ء بمطابق ۲۲ شعبان ۱۳۷۷ھ بروز جمعۃ المبارک ملتان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر سے حاصل کی۔ علوم اسلامیہ کا آغاز اپنے والد گرامی مولانا شمس الحق ملتانى

کے پاس جامعہ دارالحدیث رحمانیہ میں کیا۔ بعد ازاں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ وہاں علوم و فنون کی تکمیل کی۔ والد گرامی کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں محدث العصر مولانا و شیخنا حافظ عبد المنان نور پوری اور مولانا محمد داود مسعود کے نام آتے ہیں۔

علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد آپ نے فاضل طب اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے کے امتحانات نمایاں حیثیت سے پاس کیے۔ بعد ازاں پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے آپ کا داخلہ گلاسکو یونیورسٹی (امریکا) میں ہو گیا۔

گلاسکو یونیورسٹی سے موصوف نے حدیث میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ حصول علم کے بعد وطن واپس لوٹے اور اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں بہ طور لیکچرار ترقی عمل میں آئی۔ آج کل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ہی تدریسی خدمات پر مامور ہیں اور خطبہ جمعہ بھی اسلام آباد میں دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی شادی ایک صالحہ خاتون ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی سے ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ادریس صاحب تقریر و تحریر ہر دو میدان کے شہسوار ہیں۔ راقم نے ملتان میں ”الہدی انٹرنیشنل“ کی برانچ میں ان کا لیکچر سنا ہے۔ ماشاء اللہ بڑی علمی گفتگو کرتے ہیں۔ لیکچر کے بعد ان سے ملنے کا موقع بھی ملا۔ بڑے تپاک سے ملے تھے۔ ان کے لیکچرز آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کی شکل میں دستیاب ہیں۔

لکھنے کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ ”الأربعون البلدانية للإمام أبي السلفي“ اور ”تحفة ذوالعرب في مشکل الأسماء والنسب“ وغیرہ کتب کی تحقیق و تخریج اور دراسہ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مزید خدمت دین حنیف کا کام لے، آمین۔

ڈاکٹر موصوف کو اللہ عز و جل نے زینہ اولاد میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹے سے نوازا ہے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ وہ اپنے والد گرامی اور جد امجد کا حقیقی ورثہ منظر عام پر لائیں تاکہ ان کی خدمات سے قارئین کرام مستفید ہو سکیں۔ امید واثق ہے وہ اس طرف توجہ مبذول فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔ واللہ هو الموفق

## زیور سے زینت

ام عبدنیب

زیور سے صدقہ کرنا:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن (وادی سے باہر) گئے اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ آپ نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔ پھر آپ ﷺ عورتوں کے مجمع کی طرف آئے اور انھیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ عورتیں اپنی بالیاں، خوشبو اور مشک کے ہار صدقہ کرنے لگیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۸۸۱)

اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی لیکن ابن مسعود کہتے ہیں کہ ان کے خیال میں ان کے اور ان کے لڑکے ان سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود نے صحیح کہا۔ تمہارے شوہر اور تمہارے لڑکے اس صدقہ کے ان سے زیادہ مستحق ہیں جن پر تم صدقہ کرو گی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۴۶۲)

زیور اور شرک:

دنیا میں بہت سی جاہل، مشرک، کافر اور وحشی قومیں ایسی ہیں جو زیور کو زینت کی بجائے شرکیہ عقائد کے تحت استعمال کرتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک صورتیں درج ذیل ہیں۔

نظر بد سے بچنے کے لیے:

نظر بد سے بچنے کے زیور کا استعمال مختلف قوموں میں اس طرح رہا ہے:

✽ ہندو لڑکوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے کالے رنگ کی چوڑی، کالے رنگ کا لنگن یا کڑیا کالی ڈوری باندھتے ہیں۔

✽ ہندو شادی پر رنگین کپڑوں کی دھجیاں جوڑ کر دلہا کو گانا باندھتے ہیں جسے اچھا شگون سمجھا جاتا ہے۔ دلہے کے علاوہ دلہے کے گھرے دوست جسے سر بالا کہتے ہیں اسے بھی گانا باندھا جاتا ہے اور اس گھر کے چھوٹے لڑکوں کو بھی گانے باندھے جاتے ہیں۔ جس سے سمجھا جاتا ہے کہ سر بالا یعنی دلہا اور اس کے دیگر ساتھی آفات سے محفوظ رہیں گے اور باہر کی چیزوں کا ان پر اثر نہیں ہوگا۔

✽ اکثر وحشی قبائل میں نظر بد سے بچنے اور دشمن پر قاتل پانے کے لیے بعض جانوروں کی ہڈیاں پرو کر یا ان کا زیور بنوا کر گلے میں پہنا

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ عورت کو زیور چاہے کتنا ہی پیارا ہو اللہ کے راستے میں صدقہ کرنا چاہیے۔ البتہ اگر اسے یہ پتا ہو کہ شوہر سے پوچھے بغیر صدقہ کرنے سے شوہر ناراض ہوگا تو پھر اجازت لے لینا چاہیے۔ شوہر کو بھی چاہیے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے کاموں میں عورت کی حوصلہ افزائی کرے اور اسے خرچ کرنے کی ترغیب دے۔ عورت کو چاہیے کہ زیور صدقہ کر کے پھر شوہر یا بھائیوں، بیٹوں کے پیچھے نہ پڑے کہ اب مجھے دوبارہ زیور بنوا کر دیں، البتہ اگر وہ مالی لحاظ سے خاصے خوش حال ہوں تو پھر ایسا کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس خطبے کا ذکر کیا جو آپ ﷺ نے عید الفطر کے موقع پر عورتوں کو دیا تھا اور آپ نے انھیں صدقہ کرنے کی ترغیب بھی دی تھی۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گھر پہنچے تو ابن مسعود کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئیں اور اجازت چاہی۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ زینب رضی اللہ عنہا آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کون سی زینب؟ کہا گیا: عبداللہ بن مسعود کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا انھیں اجازت دے دو۔ انھوں نے آ کر عرض کیا کہ آپ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے



جاتا ہے۔

✽ جانوروں کے گلے میں نظر بد سے بچنے کے لیے کوڑیوں کا ہار ڈالا

جاتا ہے۔

✽ مختلف بیماریوں کے لیے یا نظر بد، آسیب اور جنات سے بچنے کے لیے مختلف طرح کے نقوش بنا کر، حروف لکھ کر، اعداد لکھ کر یا الفاظ و کلمات لکھ کر چڑے، سونے، چاندی، لوہے، پیتل وغیرہ میں بند کر کے انھیں گلے میں لٹکایا جاتا ہے یا بازو، ٹانگ، کمر وغیرہ پر باندھا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ نظر بد سے بچنے کے لیے مذکورہ تمام کام شرک ہیں۔

اسلام نے ان سب سے منع کیا ہے۔

بیماریوں سے بچاؤ کے لیے:

جاہلی اور شرکیہ لوگوں میں مختلف بیماریوں سے بچاؤ کے لیے بھی زیور پہنے جاتے ہیں اور بیماری کے علاج کے لیے بھی زیور پہننے کا عقیدہ پایا جاتا ہے، مثلاً:

✽ شوگر کی بیماری سے بچاؤ کا کڑا یا چھلا کسی پیر صاحب سے لے کر پہننا۔

✽ کسی خاص رنگ کا پتھر، انگٹھی یا لاکٹ وغیرہ میں لگوانا اور یہ عقیدہ

رکھنا کہ فلاں پتھر کے پہننے سے رزق بڑھتا ہے، فلاں پتھر پہننے

والے کو اولاد مل جاتی ہے، فلاں پتھر پہننے والے کو فلاں بیماری کبھی

نہیں لگتی، فلاں پتھر کی وجہ سے اونچا عہدہ ملتا ہے، فلاں پتھر پہننے

سے انسان سب کا محبوب بن جاتا ہے۔ یا قوت، زبرد، عقیق،

فیروز، نیلم، پکھراج وغیرہ سب کے متعلق ایک فرضی اور قیاسی علم

ترتیب دیا گیا ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ مختلف پتھروں کا انسانی

زندگی سے کیا تعلق ہے۔

پتھروں کے خواص جاننا، اس علم کو عام کرنا، لوگوں کو اس مقصد کے

لیے انگٹھیاں اور رنگ وغیرہ فروخت کرنا یہ سب فضول کام ہیں۔ ایک

مسلمان کو ایسے کاموں میں دلچسپی ہی نہیں لینے چاہیے۔

آفات سے بچنے کے لیے کوئی چیز لٹکانا یا تعویذ اور گانے باندھنا

شرک ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إن الرقى والتمائم والتواله شرك.))

(السلسلة الصحيحة، رقم الحديث: ۳۳۱)

”بے شک (غیر شرعی) دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور ٹونے کرنا

شرک ہے۔“

اس حدیث میں تمیمہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نظر بد سے بچنے،

بیماری سے بچنے، جادو سے بچنے اور دیگر آفتوں سے بچنے کے لیے پہنی

جائے یا لٹکائی جائے، خواہ وہ منسے ہوں، کاغذ پر لکھ کر چڑے میں رکھے

گئے تعویذ یا کوئی کڑا چھلا وغیرہ ہو۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ

نے ایک شخص کے ہاتھ میں تانبے کا چھلا دیکھا تو پوچھا: یہ کیا ہے! اس

نے جواب دیا: یہ ریا کی وجہ سے پہن رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: اسے نکال دو کیونکہ یہ بیماری ہی کو زیادہ کرے گا اور اگر تم اس

حال میں مر گئے اور یہ تمہارے جسم پر باقی رہا تو تم (آخرت میں) کبھی

کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ (مختصر کتاب الطب: ۵۰۲ء۔ امام ذہبی

نے اس کی موافقت کی ہے۔)

پیروں سے منسوب زیورات:

بہت سے مختلف زیورات ایسے ہیں جنہیں پیروں سے منسوب کیا

جاتا ہے، مثلاً:

✽ امام حسین کا کڑا۔

✽ پیر دستگیر کے نام کا چھلا۔

✽ علی کے ملنگ کی علامت یہ ہے کہ وہ پاؤں میں کڑا یا انگٹھے میں

چھلا پہنتا ہے۔

✽ کسی ملنگ کا بالک بن کر اس کے نام کی کانوں میں مندریں ڈالنا

جیسے وارث شاہ کے ملنگ۔

✽ کسی پیر یا آستانے سے لیے ہوئے کپڑے کے ٹکڑے، دھاگے،

کاغذ، نوٹ، سکے وغیرہ کو آفات سے بچانے والا اور مبارک سمجھ کر

اسے زیور کی طرح بنا کر گلے یا بازو وغیرہ میں پہننا۔

ہمارے معاشرے میں پیر پرستی عام ہے۔ پیروں کو مشکل کشا،

دستگیر سمجھنا، انھیں مصیبت کے وقت پکارنا، ان کے مزاروں پر حاضری

دینا یا چڑھاوے چڑھانا، غرض اس نوع کے تمام امور شرک ہیں۔  
مزاروں پر بکنے والے زیورات کو متبرک سمجھنا:

شرک اور توہمات کی بیماری عام بھی ہے اور متعدی بھی۔ اکثر مزاروں پر جو زیورات بکتے ہیں انھیں جاہل اور بد عقیدہ لوگ متبرک سمجھ کر خریدتے، پہنتے اور دوسروں کو بھی مزار کی مقدس یادگار سمجھ کر تحفتاً دیتے ہیں، مثلاً: کوکے، کڑے، مندری، لاکٹ، چھلا، تعویذ، گانا، ہار، انگوٹھیاں، بالیاں وغیرہ۔

ستم تو یہ کہ حرم مکہ اور حرم مدینہ کے بازاروں میں بکنے والے زیورات کو بھی جاہل لوگ متبرک سمجھ کر خریدتے اور ہدیہ دیتے ہیں۔  
طلسماتی زیور:

بہت سے زیورات ایسے بھی ہیں جن کے متعلق عامل بابے، جنات پر قابو پانے کا دعویٰ کرنے والے، جادو کا توڑ کرنے والے اور شعبہ باز سنسیاسی وغیرہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان زیوروں کے پہننے والوں کو جادوئی انداز میں بغیر کسی تدبیر اور ظاہری سبب کے فلاں فلاں چیزیں یا صلاحیتیں حاصل ہو جائیں گی، مثلاً:

- ✽ غیر معمولی طاقت آجانا۔
- ✽ جس چیز کے متعلق ارادہ کریں کہ وہ ٹوٹ جائے اس کا ٹوٹ جانا۔
- ✽ کسی جن کا حاضر ہو جانا۔
- ✽ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جانا۔
- ✽ فلاں بزرگ کی زیارت کر لینا یا اس کے مزار پر پہنچ جانا۔
- ✽ سانپ کے ڈنک کا اثر نہ کرنا۔

ستم یہ کہ سلیمان علیہ السلام پر جادو کی تہمت لگا کر ان کے حوالے سے بھی کچھ زیورات مشہور کر دیے گئے ہیں، مثلاً: سلیمانی انگوٹھی، سلیمانی مہرے، سلیمانی زنبیل، سلیمانی ٹوپی وغیرہ۔  
اسی طرح طلسماتی انگوٹھی، طلسماتی کڑے، طلسماتی لاکٹ وغیرہ بھی عام نام ہیں۔

یاد رہے کہ طلسماتی اور جادوئی چیزوں پر اعتقاد رکھنا، ان میں دلچسپی لینا سخت گمراہی، جہالت اور شرک ہے۔

جناب سلیمان علیہ السلام کے نام پر سلیمانی ٹوپی وغیرہ نام استعمال کرنا سلیمان علیہ السلام سے کسی جادو یا چیز کو منسوب کرنا جناب سلیمان علیہ السلام کی توہین اور گستاخی بھی ہے اور آپ علیہ السلام پر جادو کرنے کا الزام لگانے کے مترادف ہے۔

ایسے بد بخت ظالم لوگ اللہ کے جلیل القدر نبی پر جادو کی تہمت لگاتے ہیں جب کہ جادو کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خود کا فرقرار دیا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کسی قسم کا جادو نہیں جانتے تھے۔

### بقیہ: انسانی زندگی؛ فکری و شعوری ارتقاء

افہام و تفہیم سے کام کرتے ہیں۔ حواس ظاہری جو کچھ محسوس کرتے ہیں اس کے تاثرات جوں کے توں دماغ تک پہنچا دیتے ہیں۔ عقل اپنے پانچوں شعبوں کی مدد سے ان تاثرات سے صحیح نتیجہ اخذ کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کان نے کیا سنا؟ ہاتھوں نے کیا چھوا؟ زبان نے کون سا ذائقہ چکھا؟ اور آنکھ نے کیا دیکھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حواس کا کام دماغ کے لیے معلومات کا خام مواد تیار کرنا ہے، ان محسوسات کو سمجھنا نہیں۔ کان بذات خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ سنے ہوئے الفاظ کا مطلب کیا ہے۔ آنکھ بذات خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ سرخ اور سبز رنگ میں کیا فرق ہے۔ ہاتھ اور زبان خود یہ نہیں بتا سکتے کہ فلاں چیز نرم ہے یا سخت، میٹھی ہے یا کڑوی۔ آخری فیصلہ عقل انسانی صادر کرتی ہے، حواس خمسہ نہیں۔ گویا علم کی آخری صورت گری عقل سے ہوتی ہے، حواس خمسہ ظاہری سے نہیں۔

حواس خمسہ ظاہری کا دائرہ کار جہاں مادی اور طبعی دنیا (Physical World) تک محدود ہے اور غیر مادی اشیاء کا ادراک حواس ظاہری کے ذریعے ناممکن ہے، وہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ انسانی حواس کی معلوم کردہ اشیاء کو اگر عقل انسانی منظم اور مربوط نہ کرے تو حواس خمسہ کے کسی قسم کے تاثرات علم کا روپ نہیں دھار سکتے۔ (جاری ہے)



# تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دستخون کا آنا ضروری ہے

اعلیٰ طباعت و کاغذ

ناشر: محمد سرور عاصم، مکتبہ اسلامیہ، بالمقابل رحمن مارکیٹ،

غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

بعض حلقوں میں ”اہل حدیث“ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کی تاریخ ڈیڑھ دو صدی سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کا آسان جواب یہ دیا گیا ہے کہ ”اہل حدیث“ اُس وقت سے ہیں، جب سے حدیث رسول ﷺ ہے۔ ”اہل حدیث“ کو سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے پر موردِ طعن بنایا گیا کہ یہ ائمہ کو نہیں مانتے، یہ تقلید نہیں کرتے، یہ ایک الگ ہی فرقہ یا گروہ ہیں جو برصغیر میں ”سوادِ اعظم“ سے الگ تھلگ ہے، وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ محدثین کرام، تبع تابعین، تابعین اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب اہل حدیث تھے، یعنی قول رسول ﷺ پر مر مٹنے والے تھے اور اس پر عمل پیرا تھے۔ اہل حدیث اس وقت سے ہیں جب ائمہ کرام کا وجود بھی نہ تھا کہ جن کے مقلد برصغیر کے عوام ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی، ان چاروں گروہوں کے آپس میں شدید اختلافات اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔ اس کے برعکس اہل حدیث کا طرہ امتیاز اتباع رسول ہے اور ان کا مقتدی اور مطاع صرف جناب محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے فرمان کے سامنے وہ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ یہ خوبی مقلدین میں مفقود ہوتی ہے۔

اہل حدیث کی ایک تاریخ ہے، اہل حدیث کا ایک منہج ہے اور اس کا ایک طریق کار ہے۔ اس پر بہت سی کتب منظر عام پر آئیں، کئی مصنفین نے اپنے قلمی جواہر پارے قارئین کی نظر فرمائے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ رکنے والا نہیں ہے۔

حدیث رسول ﷺ اور بہشتی زیور

تالیف: محمد سلیمان جمالی

مقدمہ: مولانا مبشر احمد ربانی ضخامت: ۱۴۴ صفحات

ناشر: مکتبۃ الصدیق السلفیہ، سندھ۔ فون: 0333-2884686

تبصرہ نگار: ابوالخوب سید انور بن قاسم شاہ راشدی سندھی

برصغیر میں اصلاح اور تربیت کے حوالے سے ایک کتاب ”بہشتی زیور“ کے نام سے معروف و مشہور چلی آرہی ہے۔ اس کتاب کو لڑکیوں کی شادیوں پر تحفے کے طور پر بھی حنفی دیوبندی مکتب فکر کے حاملین پیش کرتے ہیں۔ اس کے مصنف معروف دیوبندی عالم مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ہیں۔ اس کتاب کو دیوبندی عوام میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور عام طور پر ہر دیوبندی گھرانہ اسے شوق سے اپنے گھر میں رکھتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں ”بہشتی زیور“ کے بعض مندرجات کا جائزہ لیا گیا ہے جن میں سنت اور حدیث کی مخالفت محسوس کی گئی ہے۔ یہ مندرجات ”بہشتی زیور“ مطبوعہ تاج کمپنی (لاہور) کی اردو اور ”بہشتی زیور“ مطبوعہ یادگار پبلشرز (حیدرآباد) کی سندھی اشاعت سے لیے گئے ہیں اور انھیں حدیث رسول ﷺ پر پرکھا گیا ہے۔ جناب مولانا محمد سلیمان جمالی مدرس جامعہ تعلیم القرآن والسنہ (نواب شاہ، سندھ) نے یہ جائزہ و مواخذہ کیا ہے۔ قارئین اس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ کتاب مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ جلد اور کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔ اہل حدیث کتب خانوں سے یہ مل سکتی ہے۔

تاریخ اہل حدیث (جلد دوم)

مؤلف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین (برطانیہ)

ضخامت: ۷۶ صفحات مضبوط و خوب بصورت جلد،

فرمانے کی سعی بلوغ فرمائی ہے وہ بڑی دلچسپ، معلومات افزا، تاریخی حوالوں سے مزین، سیکڑوں مسودات و رسائل اور جرائد کا مجموعہ اور نئے و پرانے لٹریچر سے حاصل کردہ بہترین مواد ہے جو قارئین اور مطالعے کے رسیا افراد کے لیے پیش کر دیا گیا ہے۔

تاریخ اہل حدیث کی پہلی جلد کے بعد دوسری جلد بھی جناب محمد سرور صاحب عاصم ڈائریکٹر مکتبہ اسلامیہ (لاہور، فیصل آباد) کی ذاتی کوشش اور دلچسپی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ معیار طباعت عمدہ ہے، اللہ کریم انھیں بہترین جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

کتاب پر پیش لفظ جناب اصغر علی امام مہدی السلفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ تاثرات و تقریظات ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، شیخ عبدالمعید مدنی، ڈاکٹر عبدالحی ازہری اور جناب شیرخان جمیل عمری نے تحریر فرمائے ہیں۔

اس کی اشاعت پہلے پہل ہندوستان میں ہوئی اور اب اس کی اشاعت پاکستان میں کرنے کا سہرا مکتبہ اسلامیہ کے سر ہے۔ اللہ کریم اس کو قبول فرمائے، آمین۔



### ضرورت باورچی و خادم مسجد

جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ کے لیے ایک سلفی العقیدہ، بارلش باورچی کی ضرورت ہے۔ سابقہ فوجی کو ترجیح دی جائے گی۔

نیز ایک مسجد خادم کی بھی ضرورت ہے۔

احباب جلد رابطہ کریں۔ تنخواہ حسب لیاقت۔

رابطہ کر کے تشریف لائیں۔

(حافظ) عبد الرحمن

ناظم جامعہ رحمانیہ سیالکوٹ

فون نمبر: 0300-6161913

زیر تبصرہ کتاب ”تاریخ اہل حدیث“ جسے ڈاکٹر محمد بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ مرتب فرما رہے ہیں، اس کی شان ہی نزالی ہے۔ اس کی پہلی جلد کو بڑی پذیرائی ملی تھی اور اس کی تحسین اہل علم مسلسل فرماتے رہے، اب ہمارے سامنے اس کتاب کی دوسری جلد ہے۔

سات سو چھیاسٹھ صفحات پر مشتمل کتاب میں اہل حدیث کی تاریخ، برصغیر میں اصحاب رسول و خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے دور سے اس کی موجودگی، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہنے کی پاداش میں غیر اہل حدیث کا ان سے رویہ، اہل حدیث پر مقدمات اور ان کی تفصیل، اہل حدیث اکابرین کے کارہائے نمایاں، اہل حدیث کی خدمات تدريس و تعليم، فقہ اور اہل فقہ کا تعارف اور ان پر تبصرے پیش کیے گئے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی (امیر جمعیت اہل حدیث، برطانیہ) اپنے تاثرات میں بیان فرماتے ہیں:

”ڈاکٹر بہاء الدین صاحب، جنھیں تاریخ اہل حدیث پر عبور حاصل ہے، نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ تمام اعتراضات جو اہل حدیث پر لگائے جاتے ہیں، ان کا جواب علمی اور تاریخی حوالوں سے دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ہندوستان اور پاکستان کے پرانے لٹریچر کا سراغ لگا کر ان دستاویزات اور مقدمات کو نکالا اور لوگوں کے سامنے رکھا کہ دیکھیے اصل حقیقت کیا تھی؟ ڈاکٹر صاحب نے جلد اول میں قدامت اہل حدیث بیان کی، پھر بتایا کہ انھوں نے ہندوستان میں اپنی دعوت کیسے پھیلائی۔ یہ تذکرہ سات سو صفحات کو محیط ہے۔ جس آدمی نے بھی پہلی جلد دیکھی وہ حیران رہ گیا کہ ڈاکٹر صاحب نے کس طرح برطانیہ میں رہ کر یہ کام کیا۔“ (ص: ۳۶)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب برطانیہ جیسے ملک میں بیٹھ کر کئی اداروں اور جماعتوں سے بڑھ کر اکیلے ایسا محنت طلب کام کر رہے ہیں کہ اہل علم و تحقیق انھیں خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اہل حدیث کی تاریخ جس طرح مرتب

# ادارہ تبلیغ اسلام

## جام پور

### اشاعت دین کا عظیم مرکز

ادارہ ہذا طویل عرصے سے دین حق کی ترویج و اشاعت اور دعوت و تبلیغ میں کوشاں اور سرگرم عمل ہے۔ ملک کا یہ منفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے بڑے پیمانے پر دیہی لٹریچر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ ملک کے طول و عرض میں ہزاروں مقامات پر بہ ذریعہ ڈاک لٹریچر پہنچایا جا رہا ہے۔

### تعارف ادارہ

ادارہ ہذا کے تحت علاقے کی معروف درس گاہ جامعہ محمدیہ اہل حدیث قائم ہے جس میں زیر تعلیم طلباء کی مکمل کفالت کی جاتی ہے۔ تعلیمی و اقتصادی اخراجات کے علاوہ وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔

### جامعہ محمدیہ

ادارہ ہذا کے تحت قائم شعبہ خدمت خلق میں آمدہ عطیات سے غریب لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ موٹریں، نلکے، پچکے، پارچاٹ، بستر وغیرہ مستحق لوگوں کو بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ مکانات کی تعمیر میں بھی اعانت کی جاتی ہے۔

### شعبہ خدمت خلق

ادارہ ہذا کے تحت قرآن فنڈ بھی قائم ہے۔ اس فنڈ میں موصولہ اعانت سے قرآن مجید مترجم، احسن البیان، تفسیر ستاری و دیگر تفاسیر مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ اپنے اور اپنے مرحوم پیاروں کے لیے صدقہ جاریہ میں شامل ہونے کا یہ سنہری موقع ہے۔

### قرآن فنڈ

تمام مخیر احباب سے پرزور اپیل ہے کہ زکوٰۃ، عشر، صدقات و عطیات مد سے خصوصی تعاون ارسال فرما کر صدقہ جاریہ کے اس عظیم مشن میں شامل ہوں۔ رمضان المبارک میں خصوصی توجہ کی درخواست ہے۔

### تعاون کی خصوصی اپیل

۱: اکاؤنٹ نمبر 03-00166008-1107 حبیب بینک جام پور، بنام ادارہ تبلیغ اسلام  
۲: اکاؤنٹ نمبر 9-0201000493-1142 مسلم کمرشل بینک جام پور، بنام جمعیت اہل حدیث

بہ ذریعہ  
بنک

فون نمبر: 0333-8556473

جملہ خط و کتابت اور ترسیل زر

محمد یسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور، پنجاب۔ پاکستان



## اپیل برائے مسجد قباء بھلوال

عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے کہ بھلوال شہر میں ایک ایسی مسجد تعمیر کروائی جائے جو کسی بھی مکتب فکر کے ساتھ موسوم نہ ہو بلکہ ﴿وَ أَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اٰحٰدًا﴾ کی عملی تفسیر ہو۔

الحمد لله ثم الحمد لله کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے نوازتے ہوئے گھر کے متصل پلاٹ عطا فرمادیا۔ روایت سے ہٹ کر معززین علاقہ سے مسجد کا سنگ بنیاد رکھوایا گیا اور معروف تاجر حضرت مولانا محمد خالد صاحب سے مسجد کے نام کے حوالے سے گزارش کی گئی جنہوں نے مسجد کا نام ”مسجد قباء“ تجویز فرمایا۔ اللہ ان کے علم و عمل میں برکت فرمائے۔

22 فروری 2013ء کو انتہائی تیز رفتاری سے تعمیر کا آغاز کر دیا گیا اور پہلی منزل مکمل ہو چکی ہے۔ نماز، جمعہ، بچوں کی تعلیم، لائبریری، فری ڈسپنری اور شعبہ خدمت خلق کا آغاز ہو چکا ہے۔

خواتین کی نماز، درس و تدریس کے لیے 24 x 20 فٹ ہال کی سخت ضرورت ہے۔  
احباب جماعت سے تعاون کی درخواست ہے۔

نوٹ

ٹوٹل خرچ تخمینہ تقریباً تین لاکھ ہے۔

الداعی الی الخیر

حافظ ڈاکٹر سید فیض الرحمن شاہ

خادم مسجد قباء، بھلوال۔ فون: 0314-4927009

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 148102008000261 میزان بینک، سرگودھا

## نغمہ توحید

رواں منزل کی جانب جب یہ سلفی نوجواں ہوں گے  
تو ہر نقش قدم سے سینکڑوں سورج عیاں ہوں گے  
شہیدوں کے لہو نے جس کو بالا کوٹ میں سینچا  
یہ اس گلزارِ دینِ مصطفیٰ کے باغباں ہوں گے

رواں منزل کی جانب جب یہ سلفی نوجواں ہوں گے  
تو ہر نقش قدم سے سینکڑوں سورج عیاں ہوں گے  
جدھر سے بھی یہ گزریں گے وہ رستے جگمگائیں گے  
اندھیری رہزاروں کے مقدر جاگ جائیں گے  
بکھر جائے گا نظمِ شرک و باطل نعرہ حق سے  
وہ بت تقلید نے جن کو تراشا، ٹوٹ جائیں گے

جہادی روح سے معمور ان کے جسم و جاں ہوں گے  
رواں منزل کی جانب جب یہ سلفی نوجواں ہوں گے  
نوائے نغمہ توحید گونجے گی فضاؤں سے  
یہ ملت اب نہ دھوکا کھائے گی جھوٹے خداؤں سے  
جہانِ کفر میں الحاد میں اک زلزلہ ہوگا  
ہو اللہ، احد، اللہ اکبر کی صداؤں سے

گلستان کے در و دیوار ان کے ہم زباں ہوں گے  
رواں منزل کی جانب جب یہ سلفی نوجواں ہوں گے  
وہ دن بھی آئے گا ہوگی نیابت ان کے ہاتھوں میں  
امارت ان کے ہاتھوں میں نظامت ان کے ہاتھوں میں  
یقین محکم، عمل پیہم کا پرچم جب اٹھائیں گے  
تو ہوگی ملک و ملت کی قیادت ان کے ہاتھوں میں

زمیں کی وسعتوں میں یہ عروج آسماں ہوں گے  
رواں منزل کی جانب جب یہ سلفی نوجواں ہوں گے

(وفا صدیقی)